قائدِ اہلِ سنت

شاہ احمد نورانی نمبر

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	شذرہ	اقبال ریاض	۳
۲	منقبت	سید احمد ناصر گیلانی	۵
۳	میر کارواں	مدیر اعلیٰ	۶
۴	حق وصداقت کی نشانی شاہ احمد نورانی	سید محمد انور شاہ قادری	۹
۵	ایک آواز حق جو خاموش ہوگئی	مدیر اعلیٰ	۴۰
۶	آہ! مولانا شاہ احمد نورانی	اداریہ روزنامہ "مشرق"	۴۲
۷	مولانا شاہ احمد نورانی کے مقاصد کے	اداریہ روزنامہ "جنگ"	۴۳
۸	حصول کے تقاضے		
۹	آں کدہ بشکست وآں ساقی نماند	شاہد ودود ایڈوکیٹ	۴۶
۱۰	باتیں ان کی یاد رہیں گی	گل محمد فیضی	۵۱
۱۱	موت العالِم موت العالَم	سرفراز سید	۵۴
۱۲	تعزیتی بیانات		۵۶

شذرہ

اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر!

اقبال ریاض

موت کا ایک وقت معین ہے اور یہ حق بھی ہے ہر ذی روح نے موت کا مزا چکھنا ہے۔

بھاویں جیوے کوئی لکھ برس سال اوڑک اک دن مرنا

تاہم اس حقیقت کو جھٹلایا نہیں جاسکتا کہ اگر صدیاں بھی بیت جائیں تو ان شخصیتوں اور افراد کی یادیں دلوں سے محو نہیں ہو پاتی جو ملک و دین کیلئے مخلص رہے اور دارِ فانی سے کوچ سے قبل انسانی خدمت، معاشرے کی بھلائی اور خدا کی خوشنودی کیلئے ایسے ناقابل فراموش کارنامے اور اقدامات انجام دیتے رہے جنہیں نہ کوئی بھلا سکے اور نہ کوئی ان سے صرفِ نظر کرنے کی جسارت ہی کر سکے۔

قحط الرجال کے اس دور میں مجھے ان خیالات اور صورتحال کا احساس ایک شدت کے ساتھ واضح ہوا کہ اس بحران کے دور میں جب کہ ملک میں اتحاد و یکجہتی کی اشد ضرورت ہے، اسلام کے وہ عظیم فرزند اور نامور عالم دین علامہ شاہ احمد نورانی ؒ اب اس دنیا میں نہیں ہیں جنہوں نے نہ صرف علمائے دین اور دینی جماعتوں کو ایک مرکز پر جمع کرنے میں نمایاں کردار کا مظاہرہ کیا بلکہ اسلام کی جو خدمت کی وہ موجودہ دور یا زمانے میں شاید ہی کسی اور نے کی ہوگی، بقول جگر مراد آبادی

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں ۔ تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

نورانی صاحب "متحدہ مجلس عمل" کے سربراہ ہونے کے علاوہ "جمعیت علماء پاکستان" کے صدر، ایک اچھے سیاستدان، عوامی رہنما، انتہائی محب وطن، اتحاد بین المسلمین کے داعی، مبلغ اسلام، صاحب کردار، وضع دار، خوش گفتار، سنجیدہ اور متحمل مزاج کی شخصیت کے مالک تھے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو اپنی زندگی کا اہم مقصد تصور کر رکھا تھا۔ وہ حریت فکر کا ایک باب تھے جو اب منوں مٹی کے سو رہے ہیں۔

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس | یوں تو سب آتے ہیں اس دنیا میں مرنے کیلئے

علامہ نے اپنی زندگی میں دنیا کے مختلف ممالک کا دورہ کیا اور سینکڑوں گم کردہ راہ بندوں کو حق کا راستہ دکھایا۔ ان کا عزم بلند تھا اور وہ ایک متحرک شخصیت ہونے کی بناء پر دنیا کی تقریباً سترہ زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ فرقہ واریت کو وہ قومی یکجہتی کیلئے زہر ہلاہل سمجھتے تھے اور اس کے خلاف جدوجہد بھی کرتے رہے۔ ان کی یہی خوبی تھی جس سے متاثر ہو کر "متحدہ مجلس عمل" نے انہیں اپنا سربراہ منتخب کر لیا تھا۔ ہر فرقے کی طرف سے ان پر بھرپور اعتماد کا اظہار کیا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی وفات پر پورا وطن سوگوار نظر آتا تھا اور لاکھوں بندگان خدا ان کے جنازے میں شریک ہوئے کہ وہ ہر لحاظ سے ایک غیر متنازعہ اور ہردلعزیز شخصیت کے مالک تھے۔

علامہ شاہ احمد نورانی نے کئی بار پشاور کا دورہ کیا۔ وہ جب بھی تشریف لاتے تو "جمعیت علماء پاکستان" کے صوبائی صدر (فقیر) سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی کے آستانہ پر ہی قیام کرتے۔ جبکہ جمعیت کے مرکزی سیکرٹری جنرل مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی بھی ان کے ہمراہ ہوتے۔ دونوں رہنما بے حد مخلص دوست بھی تھے جبکہ ایک بار اتفاقاً ان دونوں قابل قدر رہنماؤں میں اختلافات پیدا ہو گئے جو کچھ دوری کا سبب بھی بنتے رہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی اس صورتحال سے خاصے ملول نظر آتے تھے کہ مدیر اعلیٰ "المحسن" اور ان کے ساتھیوں کی کوششیں اور خلوص رنگ لایا اور دونوں رہنما باہم گلے مل گئے اور "جمعیت علماء پاکستان" پھر متحد اور منظم ہو گئی لیکن فرشتۂ اجل نے بہرحال اپنے کام دکھانا ہی تھا اور مولانا عبدالستار خان نیازی اہل وطن کو داغ مفارقت دے گئے۔

دونوں رہنماؤں کی نامور ادیب اور ناول نگار جناب نسیم حجازی مرحوم سے خاصی راہ و رسم، دوستی اور محبت تھی جبکہ راقم الحروف کی پہلی بار ان رہنماؤں سے ملاقات بھی نسیم حجازی صاحب کے ہمراہ ہی ہوئی۔ بعد ازاں پشاور میں مدیر اعلیٰ "المحسن" کے آستانہ پر منعقد ہونے والی علامہ نورانی کی پریس کانفرنس میں شرکت کا بھی موقع ملتا رہا۔ خدا انہیں جوار رحمت سے نوازے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے | سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

نذرانہ عقیدت

سید احمد ناصر گیلانی

طوفان بڑے دل کے در و بام سے گزرے
پر آپ تحمل سے ہر اک گام سے گزرے

مشکل ہے سیاست میں ہو تم سا کوئی رہبر
نہ عہد وفا توڑے، نہ الزام سے گزرے

گو راستہ پُر خار تھا ہر منزلِ جاں کا
تفہیم سے ٹھہرے، کبھی اقدام سے گزرے

ہر صبح اٹھے لے کے اخوت کا وہ پیغام
اور لے کے علم حق کا وہ ہر شام سے گزرے

مقصود سیاست تھا شریعت کی حفاظت
سرعت سے وہ ٹپکے، کبھی آرام سے گزرے

ناصرؔ مجھے نورانی سے نسبت ہے امیری
پھر کیوں یہ عقیدت میری ابہام سے گزرے

میر کارواں

مدیر اعلیٰ

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کیلئے

نابغۂ عصر، علامہ دہر، فاضل اجل، عالم باعمل، خطیب بے بدل، مبلغ اسلام، قائد اہل سنت، میر کاروان ملت اسلامیہ، چیئرمین ورلڈ اسلامک مشن، صدر "جمعیت علماء پاکستان" اور "متحدہ مجلس عمل" کے سربراہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی ١٦ شوال ١٤٢٤ھ بمطابق ١١ دسمبر ٢٠٠٣ء کو اسلام آباد میں حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قائد اہل سنت ایک دینی و علمی گھرانے کے قابل فخر چشم و چراغ اور صاحب فکر و نظر فرزند تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت علامہ مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے کرۂ ارض کے گوشے گوشے کو شبانہ روز محنت سے تا دم آخر منور کیا اور آپ ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے "ورلڈ اسلامک مشن" کے پلیٹ فارم سے دنیا بھر میں اسلام کی روشنی پھیلائی اور نو مسلموں کو اسلامی تعلیمات سے آراستہ کرنے کیلئے مختلف ممالک میں علم و عرفان کے مراکز قائم کئے جو وہاں کے مسلمانوں کو تعلیم اور تربیت کی سہولتیں فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ کفر و ضلالت کی ظلمتوں میں اسلام کی نورانی کرنیں بکھیرنے کا مقدس فریضہ انجام دے رہے ہیں اور یہ مبارک سلسلہ رشد و ہدایت مستقبل میں بھی جاری رہیگا (ان شاء اللہ)۔

شاہ احمد نورانی صاحب نے جب خارزار سیاست میں قدم رکھا تو "جمعیت علماء پاکستان" کے صدر کی حیثیت سے وطن عزیز کی خانقاہوں کا دورہ کیا اور مشائخ و صوفیاء کرام کو کنج عزلت سے نکال کر نظام مصطفیٰ ﷺ کا داعی اور اس کے نفاذ کیلئے عملی جدوجہد کا علمبردار بنادیا اور خود اسوۂ شبیری کو مشعل راہ بنا کر ہر دور کی آمریت و استعماریت کو للکارا اور ہر موقع پر ایوان اقتدار میں کلمۂ حق بلند کیا جس کی پاداش میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں لیکن آپ کے عزم و استقامت میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔ انسانی ضمیروں کے سوداگروں نے نورانی صاحب کو بھی بکاؤ مال سمجھ کر بارہا خریدنے کی

کوشش کی لیکن انہیں ہمیشہ ناکامی و نامرادی کا سامنا کرنا پڑا۔ قومی اسمبلی میں آپ نے ایک بہترین پارلیمنٹرین کا کردار ادا کرتے رہے۔ جمہوری اقدار کی پاسداری کی اور حزب اختلاف کی رہنمائی جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے کرتے رہے۔ اس عرصہ میں ۱۹۷۳ء کے آئین کی تیاری میں دستور ساز کمیٹی میں کارہائے نمایاں انجام دیے اور ممبر دفاعی کمیٹی کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں کو کما حقہ ادا کرتے ہوئے مملکت خداداد پاکستان کی دفاعی صلاحیتوں کو بام عروج تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ نیز تحفظ ختم نبوت کیلئے تاریخ ساز کردار ادا کرتے ہوئے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دلوانے کیلئے انتھک مساعی جمیلہ بروئے کار لائے جس کی بدولت آپ کا نام ہمیشہ زندہ و تابندہ رہے گا۔

آپ ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ شاعر مشرق کے بیان کردہ مرد مومن کے اوصاف حمیدہ کے علاوہ تقویٰ، محبت، استقامت، حق گوئی، سنجیدگی، متانت، صبر و تحمل، معاملہ فہمی، حاضر جوابی، دور اندیشی اور اعتدال کی صفات نمایاں تھیں، اتحاد و یکجہتی اور اخوت و رواداری کو پسند کرتے تھے، فرقہ واریت، صوبائی، لسانی اور گروہی تعصبات کے خلاف اور اتحاد بین المسلمین کیلئے ہمیشہ کوشاں رہے۔ چنانچہ جب بھی مختلف مکاتب فکر کے علماء کرام اکٹھے ہوئے تو انہوں نے قیادت و رہنمائی کا سہرا نورانی صاحب کے سر سجایا چنانچہ "ملی یکجہتی کونسل" اور "متحدہ مجلس عمل" اس سلسلے کی روشن مثالیں ہیں۔

اس مادہ پرستی کے دور میں نورانی صاحب کا وجود بابرکت پیارے محبوب ﷺ کی سیرت طیبہ کا نمونہ اور مینارۂ نور تھا۔ آپ علم و عمل اور اخلاص و للہیت کے پیکر تھے۔ سیاست کو بھی دین ہی کا ایک شعبہ سمجھ کر والہانہ انداز سے خدمات بجا لاتے رہے۔ دراصل آپ کی یہ سیاست حضور ﷺ کے ارشاد گرامی الفقر فخری کی آئینہ دار تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس عظیم عالمی مبلغ اسلام کا اپنا گھر تک نہ تھا اور تمام عمر کرائے کے ایک چھوٹے سے مکان میں گزاری اور [illegible] میں متبادل قیادت کے فقدان کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے کیونکہ موجودہ دور میں عموماً سیاست کو ایوان اقتدار تک پہنچنے کا ایک ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔

علامہ شاہ احمد نورانی صاحب کو پیارے محبوب ﷺ کی ذات اقدس سے والہانہ عشق تھا جس کی مہک آپ کی نشست و برخاست، رہن سہن، خلوت و جلوت اور تقریر و تحریر میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔ دینی، سیاسی اور تبلیغی اجتماعات میں آپ کے خطاب سے شمع رسالت مآب ﷺ کے پروانوں کے قلوب جب

رسول ﷺ سے منور ہو جاتے تھے یہاں تک کہ متحدہ مجلس عمل کے جلسوں میں کی جانے والی تقاریر بھی ملکی و بین الاقوامی مسائل پر اظہار خیال کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کی الفت و محبت کی خوشبو سے معطر اور دیگر جماعتوں کی تقاریر سے منفرد ہوا کرتی تھیں۔

نورانی صاحب نے ایک بھرپور اور فعال زندگی گزاری۔ دن بھر تبلیغ، خطابت، مذاکرات اور مختلف مسائل کی گتھیاں سلجھانے میں گزرتا تو رات یاد الٰہی میں بسر ہوتی۔ سفر ہو یا حضر آپ کے اوراد و وظائف کے معمولات میں کوئی فرق نہ آتا۔

آپ کی وفات حسرت آیات نہ صرف آپ کے خاندان اور بیوی بچوں کیلئے نا قابل تلافی نقصان ہے بلکہ سواد اعظم اہل سنت اپنے محسن، قائد و سرپرست اور پوری ملت اسلامیہ ایک عظیم الشان، صاحب کردار، صاحب عزیمت اور صاحب بصیرت رہنما سے محروم ہو چکی ہے۔ چنانچہ تمام مکاتب فکر کے اکابرین نے یہ حقیقت تسلیم کی ہے کہ اس وقت عالم اسلام میں آپ کا نعم البدل موجود نہیں اور آپ کی وفات سے پیدا ہونے والا خلا مستقبل قریب میں پر ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے پیارے حبیب پاک صاحب لولاک، عالم علوم اولین و آخرین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدقے میں نورانی میاں کی مغفرت فرمائے، انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے، ان کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ بالخصوص صاحبزادہ شاہ انس نورانی صاحب کو اپنے مرحوم والد کے فیوض و برکات سے بہرہ مند فرمائے۔ نیز اہل سنت کو ایک پلیٹ فارم پر متحد ہونے اور اپنے لئے ایک مخلص و فعال قیادت منتخب کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ سواد اعظم اہل سنت کا قافلہ اپنی منزل مقصود کی طرف رواں دواں رہتے ہوئے محبت رسول ﷺ کی خوشبو سے اس جہاں رنگ و بو کو مہکاتا رہے۔

آمین ثم آمین و بجاہ نبی الرؤف الرحیم علیہ التحیۃ و التسلیم

نوٹ: ادارہ "المحسن" نورانی صاحب کے غم میں ان کے پسماندگان کے ساتھ برابر کا شریک ہے۔

رسول ﷺ سے منور ہو جاتے تھے یہاں تک کہ متحدہ مجلس عمل کے جلسوں میں کی جانے والی تقاریر بھی بین الاقوامی مسائل پر اظہار خیال کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کی الفت ومحبت کی خوشبو سے معطر اور دیگر رہنماؤں کی تقاریر سے منفرد ہوا کرتی تھیں۔

نورانی صاحب نے ایک بھرپور اور فعال زندگی گزاری۔ دن بھر تبلیغ، خطابت، مذاکرات اور مختلف مسائل کی گتھیاں سلجھانے میں گزرتا تو رات یاد الٰہی میں بسر ہوتی۔ سفر ہو یا حضر آپ کے اوراد و وظائف کے معمولات میں کوئی فرق نہ آتا۔

آپ کی وفات حسرت آیات نہ صرف آپ کے خاندان اور بیوی بچوں کیلئے نا قابل تلافی نقصان ہے بلکہ سواد اعظم اہل سنت اپنے محسن، قائد و سرپرست اور پوری ملت اسلامیہ ایک عظیم الشان، صاحب کردار، صاحب عزیمت اور صاحب بصیرت رہنما سے محروم ہو چکی ہے۔ چنانچہ تمام مکاتب فکر کے اکابرین نے یہ حقیقت تسلیم کی ہے کہ اس وقت عالم اسلام میں آپ کا نعم البدل موجود نہیں اور آپ کی وفات سے پیدا ہونے والا خلا مستقبل قریب میں پر ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے پیارے حبیب پاک صاحب لولاک، عالم علوم اولین و آخرین، شفیع المذنبین، رحمت للعالمین، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدقے میں نورانی میاں کی مغفرت فرمائے، انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے، ان کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ بالخصوص صاحبزادہ محمد انس نورانی صاحب کو اپنے مرحوم والد کے فیوض و برکات سے بہرہ مند فرمائے۔ نیز اہل سنت کو ایک پلیٹ فارم پر متحد ہونے اور اپنے لئے ایک مخلص و فعال قیادت منتخب کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ سواد اعظم اہل سنت کا قافلہ اپنی منزل مقصود کی طرف رواں دواں رہتے ہوئے محبت رسول ﷺ کی خوشبو سے اس جہاں رنگ و بو کو مہکاتا رہے۔

آمین ثم آمین و بجاہ نبی الرؤف الرحیم علیہ التحیۃ والتسلیم

نوٹ: ادارہ "المحسن" نورانی صاحب کے غم میں ان کے پسماندگان کے ساتھ برابر کا شریک ہے۔

حق و صداقت کی نشانی

شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ

سید محمد انور شاہ قادری

لائبریرین گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول نمبر ۳ پشاور شہر

پاکستان میں ۱۹۷۱ء کے عام انتخابات کے بعد سیاسی حالات نہایت نازک صورت اختیار کر چکے تھے اور اس کے مشرقی بازو کی علیحدگی کے واضح آثار نظر آرہے تھے جس کی بدولت پوری قوم خوف و ہراس، فکر و غم اور نا امیدی کا شکار ہو چکی تھی ان تشویشناک لمحات میں بھی فوجی حکمران کو ہوش نہ آیا اور مے نوشی میں مدہوش رہا۔ حالات سے مجبور ہو کر سیاسی رہنماؤں کو مذاکرات کیلئے بلایا تو اس وقت بھی جرنیل صاحب کی محفل میں جام چل رہے تھے۔ شریعت اسلامیہ کی اس کھلے عام خلاف ورزی پر ایک عظیم دینی قائد خاموش نہ رہ سکے اور ان کی باطل شکن گونج سے ایوان حکومت لرز اٹھا اور پلک جھپکتے میں میزیں جام و سبو سے پاک کر دی گئیں۔

یہ جلیل القدر رہنما ان جابر حاکم کے سامنے صدائے حق بلند کرنے والے علم و عمل کے پیکر، نابغہ عصر، قائد اہل سنت، مبلغ اسلام، حق و صداقت کی نشانی حضرت علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کی ساری زندگی اسلام کی تبلیغ، عشق رسول ﷺ کے فروغ، ناموس رسالت اور ختم نبوت کے تحفظ، نظام مصطفی کے نفاذ، پاکستان کے استحکام، جمہوریت کی پاسداری، حق کی سربلندی، فقر و درویشی اور اتحاد بین المسلمین میں گزری۔ زیر نظر سطور میں آپ کی سوانح حیات کی کچھ جھلکیاں پیش کی جا رہی ہیں۔

خاندانی پس منظر: قائد اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے شہر میرٹھ کے ایک دینی، علمی اور ادبی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب انتالیس (۳۹) ویں

پشت میں یارِ غار رسول ﷺ، خلیفہ اول امیر المومنین سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے، آپ کے دادا جان حضرت علامہ عبد الحکیم جوش صدیقی میرٹھی (المتوفی ۱۸۹۸ء) ایک جید عالم دین، مبلغ اسلام اور نعت گو شاعر تھے جو میرٹھ کی شاہی مسجد کے خطیب بھی رہے۔ ان کے ایک بھائی حضرت مولانا محمد اسماعیل صدیقی میرٹھی اردو کے مشہور شاعر تھے جن کا منظوم اردو کلام ابتدائی جماعتوں سے لے کر یونیورسٹی تک کے اردو نصاب میں شامل ہے۔ علامہ نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے تایا حضرت علامہ مولانا مختار احمد صدیقی بن عبد الحکیم جوش (المتوفی ۱۹۳۸ء) بھی اپنے وقت کے جلیل القدر عالم اور اعلیٰحضرت امام اہل سنت احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز اور نعت گو شاعر تھے۔ نورانی صاحب کے دوسرے چچا حضرت علامہ مولانا نذیر احمد صدیقی (المتوفی ۱۹۲۷ء) جامع مسجد بمبئی کے خطیب اور قائد اعظم محمد علی جناح کے مشیر تھے۔ اسلامی امور پر قائد اعظم محمد علی جناح ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ قائد اعظم کی اہلیہ رتن بائی نے انہی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور پھر آپ نے ہی اس کا نکاح قائد اعظم محمد علی جناح کے ساتھ پڑھایا تھا۔ قیام پاکستان کے بعد قائد اعظم محمد علی جناح نے انہیں ایک خصوصی فلائٹ میں حج پر بھیجا اور حج کے دوران ہی مدینہ منورہ میں ان کا انتقال ہوا اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدموں میں دفن ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

والد ماجد: نورانی صاحب کے والد ماجد حضرت علامہ مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء کو میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ بڑے بھائی مولانا مختار احمد صدیقی سے علوم دینیہ کی تکمیل کر کے انہی کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور پھر اعلیٰحضرت احمد رضا خان صاحب نے قادری سلسلے میں اجازت وخلافت مرحمت فرمائی۔ آپ نے تمام عمر اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں بسر فرمائی اور ساٹھ ہزار سے زائد غیر مسلموں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ اسلام کی ترویج و اشاعت کیلئے آپ نے تمام براعظموں کا سفر

۱ یہ شاہی مسجد سلطان شمس الدین التمش نے تعمیر کروائی تھی۔

اختیار کیا اسی وجہ سے آپ "سفیر اعظم مبلغ اسلام" کہلاتے ہیں۔ عیسائیوں، گرجوں کے بڑے پادریوں اور مفکرین سے آپ کے مناظرے بھی ہوئے جن میں سب سے زیادہ مشہور اور تاریخی مناظرہ ڈاکٹر برنارڈ شا کے ساتھ ہوا جس میں آپ نے اسے عبرتناک شکست سے دوچار کیا۔ آپ نے تحریک خلافت اور تحریک پاکستان میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ قیام پاکستان کے بعد اپنے اہل خانہ اور بچوں کے ساتھ کراچی تشریف لائے اور ۱۹۵۴ء میں حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ مند ہو کر مدینہ منورہ پہنچ کر داعی اجل کو لبیک کہا اور حسن اتفاق سے آپ کو بھی ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدموں میں ابدی آرام گاہ میسر آئی۔ آپ بھی نعت گو شاعر اور بلند پایہ ادیب تھے آپ نے کئی کتابیں قلم بند کی ہیں۔

والدہ ماجدہ: علامہ نورانی صاحب کی والدہ ماجدہ محترمہ عفت الرؤف (المتوفی ۱۹۶۲ء) حضرت علامہ قاضی احسان الحق صدیقی کی صاحبزادی تھیں۔ قاضی صاحب کا سلسلہ نسب ۳۳ واسطوں سے خلیفہ اوّل امیر المؤمنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے۔ قاضی صاحب کی ساتویں پشت میں جد امجد حجاز مقدس سے ہجرت کر کے ہندوستان پہنچے۔ یہ مغل شہنشاہ اکبر کا دور تھا۔ شاہی دربار میں قاضی القضاۃ کا منصب آپ کے سپرد ہوا۔ یوں نورانی صاحب نجیب الطرفین صدیقی ہیں یعنی پدری اور مادری دونوں لحاظ سے صدیقیت کے نسب سے مشرف ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ بچیوں کو قرآن پڑھاتی تھیں اور ان کی ساری عمر قرآن پڑھنے اور پڑھانے میں گزری اور ۱۹۶۲ء میں وفات پا کر معروف بزرگ حضرت عبداللہ شاہ غازی کے زیر سایہ کراچی میں آسودۂ خاک ہو گئیں۔

ولادت باسعادت: حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی کو اللہ تعالیٰ نے چار صاحبزادوں اور تین صاحبزادیوں سے نوازا تھا جن کے نام یہ ہیں۔ شاہ محمد جیلانی، شاہ احمد نورانی، شاہ حامد ربانی، شاہ حماس سبحانی اور بیٹیوں میں امۃ السبوح، ڈاکٹر عزیزہ (گائناکالوجسٹ) اور ڈاکٹر فریدہ (پی ایچ ڈی) حال ممبر قومی اسمبلی شامل ہیں۔ نورانی صاحب کی ولادت باسعادت میرٹھ میں ۱۷ رمضان

المبارک ۱۳۴۴ھ/۳۱ مارچ ۱۹۲۶ء کو ہوئی۔

تعلیم وتربیت: میرٹھ میں نورانی صاحب کا گھر علم وفضل کا مرکز تھا چنانچہ ابتدائی تعلیم بھی گھر پر ہی والد ماجد کے زیر سایہ شروع ہوئی اور آٹھ سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید مع تجوید حفظ کر لیا۔ گورنمنٹ ہائی سکول میرٹھ سے میٹرک پاس کیا۔ بعد ازاں نیشنل عریبک کالج میرٹھ میں داخلہ لیا اور الہ آباد یونیورسٹی سے گریجویشن کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کے حصول پر بھی توجہ مبذول رکھی اور اپنے والد گرامی مرتبت سے استفادہ کے علاوہ مدرسہ اسلامیہ قومیہ میرٹھ کے جلیل القدر اساتذۂ کرام سے اکتساب علم کرتے ہوئے درس نظامی کی سند حاصل کی۔ اس موقع پر ایک عظیم الشان تقریب تقسیم اسناد منعقد ہوئی اور ہندوستان کی دو عظیم المرتبت ہستیوں حضرت علامہ مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلوی اور حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی نے آپ کے سر پر اپنے مبارک ہاتھوں سے دستار فضیلت سجائی۔ علوم عقلیہ ونقلیہ سے فراغت کے بعد آپ نے سلوک وطریقت کے جہان میں قدم رکھا اور اپنے والد گرامی قدر سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کر کے تزکیہ نفس کی مختلف منازل طے کیں اور اسباق کی تکمیل کے بعد والد محترم نے سلسلہ قادریہ رضویہ کی خلافت واجازت مرحمت فرمائی۔

جوانی کے مشاغل: حضرت علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ زمانہ طالب علمی میں فٹبال کھیلا کرتے تھے اور اس کھیل کے ایک اچھے کھلاڑی کی حیثیت سے معروف تھے۔ اس زمانے میں تحریک پاکستان بھی زوروں پر تھی آپ کے والد ماجد حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی دوسرے علمائے اہل سنت کے ساتھ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے حصول پاکستان کی جدوجہد میں مصروف تھے۔ نورانی صاحب نے میرٹھ میں مسلم نیشنل گارڈز کی بنیاد ڈالی اور آپ کی قیادت میں نوجوانوں کی یہ تنظیم مسلم لیگ کے جلسوں کا اہتمام اور حفاظت کرتی نیز قائد اعظم محمد علی جناح کا پیغام گھر گھر پہنچانے کی مساعی جمیلہ بھی نہایت خوش اسلوبی سے ادا کرتی تھی اور قیام پاکستان تک نورانی صاحب کی قیادت میں مسلم نیشنل گارڈز میرٹھ میں

اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دیتی رہی۔

پاکستان ہجرت: چودہ اگست ۱۹۴۷ء کو قیام پاکستان کے بعد ہندوستان کے مسلمانوں نے پاکستان ہجرت شروع کی تو ۱۹۴۸ء میں علامہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے گھرانے کے ساتھ کراچی تشریف لائے اس وقت نورانی صاحب کی عمر بائیس سال تھی۔ آپ لوگوں کو دیگر مہاجرین کے ساتھ جیکب لائن کی بیرکس میں ٹھہرایا گیا دو ماہ کے بعد دو کمروں پر مشتمل ایک فلیٹ کرائے پر حاصل کر کے وہاں منتقل ہو گئے مولانا نورانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام زندگی اسی چھوٹے سے کرائے کے فلیٹ میں بسر کی۔ حالانکہ نورانی صاحب کے بزرگوں کی میرٹھ میں بڑی جاگیریں اور حویلیاں تھیں لیکن نورانی صاحب کے درویش صفت والد حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں پاکستان میں کسی بھی قسم کی جائیداد اور مکانات کے حصول کی قطعاً خواہش نہیں کی اور نہ ہی حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس ضمن میں کوئی تگ و دو کی۔ حالانکہ اگر آپ چاہتے تو دیگر مہاجرین کی طرح آپ بھی ہندوؤں کی جائیداد حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے امیری پر فقیری کو ترجیح دی اور دنیا کے حصول کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے کلمۂ حق کی بلندی اور اسلام کی ترویج و اشاعت کو اپنی منزل مقصود ٹھہرایا۔

اشاعت اسلام: نورانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تعلیم و تربیت والد گرامی مرتبت حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ ہوئی جو ہر وقت اسلام کی تبلیغ اور ترویج و اشاعت کیلئے کوشاں رہتے تھے انہوں نے اپنے اس ہونہار صالح اور فرمانبردار نور چشم کو مستقبل میں تبلیغ اسلام کا منصب سنبھالنے کیلئے تیار کرنا شروع کر دیا تاکہ تبلیغ اسلام کا سلسلہ جاری رہے۔ نورانی صاحب نے بھی والد محترم کی اس خواہش کو پورا کرنے کیلئے جدید بین الاقوامی زبانیں انگریزی، فرانسیسی اور سواحلی وغیرہ سیکھیں تاکہ یورپ، افریقہ اور امریکہ کے باشندوں تک ان کی اپنی زبان میں اسلام کا آفاقی پیغام پہنچا سکیں اور انہیں اسلام کی حقانیت سے آگاہ کر سکیں چنانچہ والد محترم کی زندگی میں ہی نورانی

صاحب نے اشاعت اسلام کے مقدس فریضہ کی انجام دہی کا آغاز کر دیا تھا۔ پھر ۱۹۵۴ء میں ان کی وفات کے بعد مستقل طور پر یہ فرائض سنبھال لئے اور ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے عروج سے ہمکنار کیا۔

سب سے پہلے آپ نے افریقی ممالک کینیا، تنزانیہ، ماریشس اور موزمبیق وغیرہ کا دورہ کیا جہاں آپ کے والد محترم نے باقاعدہ تبلیغی اور تدریسی مراکز قائم کر رکھے تھے۔ اس کے بعد یورپ تشریف لے گئے جبکہ ۱۹۵۷،۵۸ء میں مفتی اعظم روس حضرت علامہ مفتی ضیاء الدین بابا خانوف کی خصوصی دعوت پر روس کا تبلیغی دورہ کیا۔ اس زمانے میں وہاں کمیونزم کا دور دورہ تھا اور روس دنیا میں سپر پاور کی حیثیت سے کمیونسٹ بلاک کی سرپرستی کر رہا تھا۔ آپ نے وہاں مسلمان اکثریتی علاقوں ازبکستان، تاشقند، سمرقند، بخارا کا دورہ کیا اور ان علاقوں کے مسلمانوں میں اسلامی شعور بیدار کرنے کی کوششیں کیں جو تقریباً تیس سال بعد بار آور ثابت ہوئیں اور مسلمانان روس کی متعدد الگ آزاد مسلمان ریاستیں وجود میں آگئیں۔

حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی نے ۱۹۵۹ء میں مشرق وسطی کے عرب ممالک کا دورہ کیا۔ اگلے سال ۱۹۶۰ء میں مغربی افریقہ تشریف لے گئے اور کئی افریقی ممالک میں اسلام کی تبلیغ فرمائی جس کی بدولت بہت سے حضرات و خواتین نے اسلام قبول کیا۔ سال ۱۹۶۱ء میں سری لنکا اور شمالی افریقہ کا تبلیغی دورہ کیا پھر ۱۹۶۲ء میں نائیجیریا کے وزیر اعظم کی دعوت پر وہاں تشریف لے گئے اور تین ماہ تک ان کے ذاتی مہمان کی حیثیت سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا مشن جاری رکھا۔ اس عرصے میں نائیجیریا کے کئی پڑوسی ممالک کے تبلیغی دورے بھی کئے۔ اس سے اگلے سال ۱۹۶۳ء میں ترکی، فرانس، جرمنی، برطانیہ، ماریشس، نائیجیریا اور کینیڈا سمیت دیگر ممالک کے دورے کرتے ہوئے وہاں کے گمشدہ دلوں تک اسلام کا پیغام پہنچایا اور اسی سال مسلمانان چین کی دعوت پر عوامی جمہوریہ چین کا دورہ بھی کیا۔ بعد ازاں ۱۹۶۴ء میں بر اعظم شمالی و جنوبی امریکہ کے کئی ممالک کا دورہ کیا جن میں ریاستہائے متحدہ امریکہ اور کینیڈا خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

یوں دنیا بھر میں اشاعت و تبلیغ اسلام کے دوران آپ کو قادیانی فرقے کی مذموم سرگرمیوں کا بھی علم ہوا جو وہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر دینِ اسلام کی بیخ کنی اور عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف جاری رکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ ۱۹۶۹ء میں قادیانیوں کے ایک بہت بڑے رہنما اور قادیانی رسالے "اسلامک ریویو لندن" کے ایڈیٹر سے ٹرینی ڈاڈ میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی وہ پوری طرح قادیانی لٹریچر سے لیس ہو کر آپ سے مناظرہ کیلئے آیا، ساڑھے پانچ گھنٹے تک قادیانی فرقے کا دفاع کرتا رہا لیکن علامہ نورانی کے بحرِ علم کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور جاء الحق و زھق الباطل کے مصداق کتابیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔ چنانچہ ۱۹۶۹ء میں پاکستان واپس آئے۔ کے بعد آپ نے اہل وطن اور عالم اسلام کی توجہ اس فتنے کی طرف مبذول کروائی۔

ورلڈ اسلامک مشن کا قیام: متعدد ممالک کے تبلیغی دورے کرنے اور حالات و واقعات کا گہرا جائزہ لینے کے بعد آپ اس نتیجے پر پہنچے کہ دنیا میں اشاعتِ اسلام کے منظم مربوط اور مستقل کام کیلئے ایک خاص تنظیم کا ہونا ضروری ہے جس میں شامل علمائے اسلام قدیم و جدید علوم پر مہارت رکھنے کے ساتھ ساتھ مشہور بین الاقوامی زبانیں بھی جانتے ہوں تاکہ یورپ، افریقہ اور امریکہ کے باسیوں کو اسلام کی تبلیغ کا فریضہ کما حقہٗ ادا کر سکیں اور وہاں کے جدید تعلیم یافتہ اور مادیت زدہ عوام و خواص کے سامنے ان کی زبان میں اسلام کی حقانیت اور حکمت بیان کر سکیں۔ اس مقصد کیلئے آپ نے ۱۹۷۲ء میں پہلی نبوی درسگاہ "دارارقم" مکہ مکرمہ کے بابرکت مقام پر "ورلڈ اسلامک مشن" کی بنیاد رکھی اور پھر اس تنظیم کی ایک بہت بڑی کانفرنس ۱۲ اپریل ۱۹۷۳ء کو انگلینڈ کے سینٹ جارج ہال بریڈفورڈ میں منعقد کی گئی جس میں پچاس (۵۰) ممالک کے جید ترین محقق علمائے کرام شامل ہوئے جو علوم قدیمہ و جدیدہ میں یکساں مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے متفقہ طور پر شاہ احمد نورانی جی کو اس جماعت کا تاحیات چیئرمین منتخب کیا۔ اس موقع پر چوبیس ممالک میں "ورلڈ اسلامک مشن" کی شاخیں بھی قائم ہوئیں اور ان کے کنوینر بھی مقرر کئے گئے۔

آپ نے اسی سال ماریشس کا دورہ کیا اور وہاں کے وزیراعظم کی دعوت پر ۱۲ ربیع الاول شریف

کو عید میلاد النبی ﷺ کے عظیم الشان جلسے سے خطاب کیا جس کا اہتمام حکومت کی طرف سے خصوصی طور پر کیا گیا تھا۔ وزیر اعظم نے اپنے خطاب میں نورانی صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا ''ماریشس کے عوام خصوصاً مسلمانوں پر نورانی صاحب نے احسان عظیم فرمایا کہ اپنی تمام مصروفیات چھوڑ کر ہماری دعوت کو قبول کیا اور یہاں تشریف لائے''۔ اس دورے کے دوران آپ نے وہاں ایک اسلامی دارالعلوم کی بنیاد بھی رکھی۔

اگلے سال ۱۹۵۹ء میں علمائے کرام کے ایک اعلیٰ وفد (مجاہد ملت عبدالستار خان نیازی مرحوم، پروفیسر شاہ فرید الحق اور علامہ ارشد القادری) کی قیادت کرتے ہوئے افریقہ، امریکہ اور یورپ تشریف لے گئے جس میں آپ نے چھ سو سے زیادہ تقریریں کیں اور ایک لاکھ کلومیٹر سے زیادہ طویل سفر کیا۔ اس دورے میں بہت سے غیر مسلموں نے آپ کے دست اقدس پر اسلام قبول کیا۔ ایک بار اسی طرح تبلیغی دورے میں آپ جنوبی افریقہ کے شہر کیپ ٹاؤن پہنچے تو وہاں کے مفتی نے آپ کے اعزاز میں استقبالیہ دیا اور خطاب کی دعوت دی۔ تقریر کیلئے عنوان یہ مقرر کیا گیا کہ ''اسلام چودھویں صدی کے چیلنج کو قبول کرتا ہے''۔ اس عنوان پر نورانی صاحب نے انگریزی میں اس قدر جامع خطاب کیا کہ حاضرین عش عش کر اٹھے اور مفتی صاحب نے سٹیج پر آکر نورانی صاحب کو ''سفیر اسلام'' کا خطاب دیا۔

حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے تا حیات ''ورلڈ اسلامک مشن'' کی حیثیت سے اسلام کی اشاعت کا کام یوں جاری رکھا کہ سال کے آٹھ مہینے آپ پاکستان میں قیام کرتے تو چار ماہ مختلف ممالک کے تبلیغی دوروں میں گزارتے، کفر و گمراہی کے اندھیروں میں اسلام کی نورانی شعاعیں بکھیرتے اور غفلت میں پڑی ہوئی بے راہ انسانیت کو صراط مستقیم پر گامزن کرنے کی کوشش کرتے۔ آپ نے تمام دنیا میں نو مسلموں کو اسلامی تعلیم و تربیت سے آراستہ کرنے کیلئے اسلامی مراکز قائم کئے جو نہایت خوش اسلوبی سے اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اگر کوئی جوان ہمت محقق توجہ کرے اور آپ کی ان گراں قدر خدمات کو قلم بند کرنے کی کوشش کرے تو ایک ضخیم مجلد

اور کار آمد کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

سیاسی و دینی خدمات: آپ کی سیاسی زندگی کا آغاز زمانہ طالب علمی سے ہو چکا تھا اور تحریک پاکستان میں مسلم نیشنل گارڈ میرٹھ کے سالار کی حیثیت سے آپ کی خدمات پر گزشتہ سطور میں روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ پاکستان آنے کے بعد آپ کی زیادہ تر توجہ اشاعت اسلام کی طرف مرکوز رہی لیکن ۱۹۶۲ء میں جب جے یو پی کا احیاء عمل میں آیا تو آپ علمائے اہل سنت کی اس تنظیم سے وابستہ ہو گئے لیکن پھر بھی زیادہ وقت بیرون پاکستان تبلیغی دوروں میں ہی گزرتا پھر ۱۹۶۸ء میں جب "جمعیت علماء پاکستان" کی از سر نو تنظیم شروع ہوئی تو آپ اس کے سیکرٹری اطلاعات منتخب ہوئے چنانچہ اخبارات میں اس کی تشہیر کیلئے خصوصی اقدامات کئے۔ جب ۱۹۷۰ء میں عام انتخابات منعقد ہوئے تو آپ جے یو پی کے ٹکٹ پر کراچی سے بھاری اکثریت سے قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اور جنرل یحیٰی خان نے مشرقی پاکستان میں سیاستدانوں کو بلایا تو مغربی پاکستان کے بعض سیاسی رہنماؤں کی مخالفت کے باوجود آپ وہاں تشریف لے گئے اور یحیٰی خان کو حالات کی نزاکت اور سنگینی سے آگاہ کیا۔ اس موقع پر مولانا مفتی محمود اور خان عبدالولی خان بھی موجود تھے۔

سقوط ڈھاکہ کے بعد جب یہاں پر پاکستان کی قومی اسمبلی کی باقاعدہ کارروائی شروع ہوئی تو آپ ایک بہترین پارلیمنٹرین کی حیثیت سے سامنے آئے اور اسمبلی میں حزب اختلاف کے سیکرٹری منتخب ہوئے۔ ہماری یہ قومی اسمبلی تاریخ میں خصوصی اہمیت رکھتی ہے کیونکہ پہلی بار اس اسمبلی نے ایک متفقہ آئین تیار کیا جو ۱۹۷۳ء کے آئین کے نام سے مشہور ہے۔ نورانی صاحب آئین ساز کمیٹی کے ایک بااصلاحیت، متحرک، مخلص اور فعال ممبر تھے جنہوں نے آئین کی تیاری کے دوران مسودے میں تقریباً دو سو ترامیم پیش کیں اور ایک قرارداد بھی پیش کی جس کی رو سے وطن عزیز کا نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" رکھا گیا اور سرکاری مذہب "اسلام" قرار پایا۔

آپ ۱۹۷۳ء میں حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد جے یو پی کے صدر

منتخب کئے گئے اور عوامی سطح پر اس جماعت کو مقبول بنانے کیلئے ملک بھر کا دورہ کیا۔ بیرونی ممالک کے تبلیغی دوروں کے دوران آپ قادیانیوں کی اسلام اور ملک دشمن سرگرمیوں سے پوری طرح واقف ہو چکے تھے۔ چنانچہ انہیں غیر مسلم قرار دلوانے کیلئے آپ نے قومی اسمبلی کے پلیٹ فارم سے ختم نبوت کی تحریک شروع کی اور اس مقصد کیلئے ایک قرارداد پیش کی جس پر اسمبلی کے بتیس اراکین کے دستخط ثبت تھے۔ سپیکر قومی اسمبلی صاحبزادہ فاروق علی اس قرارداد پر بہت ناراض ہوئے اور کہنے لگے "تم نے عجیب مصیبت کھڑی کر دی۔ یہ تو دینی مدرسے کی بحث ہے اسمبلی میں اس کا کیا کام" ۔نورانی صاحب نے وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو کو مخاطب کر کے فرمایا "آپ اس ملک کے وزیر اعظم ہیں، اگر کوئی دوسرا شخص کھڑا ہو جائے اور کہنے لگے کہ میں بھی وزیر اعظم ہوں تو کیا اس کو وزیر اعظم تسلیم کیا جائے گا ہرگز نہیں بلکہ یہی کہا جائے گا کہ یہ پاگل ہے غدار ہے اس پر مقدمہ چلاؤ۔ تو ایسے ہی رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کا مسئلہ ہے حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں کوئی رسول نہیں لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے جو غلط ہے، جھوٹ ہے اور جو اسے نبی مانتے ہیں وہ بھی جھوٹے کذاب، گمراہ اور اسلام سے خارج ہیں۔ لہٰذا میں نے یہ قرارداد اس لئے پیش کی ہے کہ اراکین اسمبلی کے سامنے اس کے جھوٹ اور کذب بیانی کا پردہ چاک کیا جائے اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے"۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو بڑے ذہین آدمی تھے۔ یہ بات ان کے دماغ میں بیٹھ گئی اور انہوں نے علامہ شاہ احمد صاحب نورانی کے موقف سے اتفاق کیا جس کے باعث قرارداد بحث کیلئے منظور کر لی گئی اس عرصے میں قادیانیوں نے مطالبہ کیا کہ انہیں بھی اراکین اسمبلی کے سامنے اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع دیا جائے۔ چنانچہ ان کی درخواست بھی منظور کر لی گئی اور قادیانی جماعت کا سربراہ مرزا ناصر احمد اسمبلی میں قادیانیوں کا دفاع کرنے کیلئے آیا۔

حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی، یحییٰ بختیار اور عبدالحفیظ پیرزادہ رات کو دیر تک کام کیا کرتے تھے۔ جناب نورانی صاحب انہیں پوائنٹ بتاتے اور وہ ان کی روشنی میں سوالات تیار

کرتے۔ دوسرے دن اسمبلی میں یہ سوالات مرزا ناصر احمد سے پوچھے جاتے تھے۔ دینی نکات کے علاوہ سیاسی نوعیت کے سوالات بھی تیار کئے گئے جن کا مقصد اراکین اسمبلی کے سامنے یہ واضح کرنا تھا کہ قادیانیوں اور یہودیوں کے آپس میں خصوصی اور گہرے مراسم ہیں جو عالم اسلام خصوصاً پاکستان کیلئے نہایت خطرناک ہیں۔ دراصل قادیانی یہودیوں کی مدد سے پاکستان پر قابض ہونا چاہتے تھے۔

ان میں سے چند اہم سوالات یہ تھے:

۱: پاکستان کے پاسپورٹ پر باقاعدہ مہر لگائی جاتی ہے کہ سوائے اسرائیل کے تمام ممالک کیلئے کارآمد ہے اس لئے کوئی پاکستانی اسرائیل نہیں جا سکتا لیکن پاکستان کے قادیانی باشندے اسرائیل میں مقیم ہیں، یہ لوگ وہاں کیسے پہنچے؟

۲: یہودی مسلمانان عرب پر ظلم و ستم کی انتہا کرتے ہوئے انہیں وہاں سے نکال رہے ہیں لیکن قادیانیوں کو اپنے ہاں پناہ دے رہے ہیں اور ان لوگوں کو وہاں بڑی بڑی عمارات فراہم کی گئی ہیں۔

۳: یہودیوں کی سرپرستی میں قادیانیوں نے تل ابیب میں ہیڈ کوارٹر قائم کر رکھا ہے اور وہاں سے اپنے افکار و نظریات کی تشہیر کیلئے باقاعدہ اشتہارات و رسائل شائع کر رہے ہیں۔

علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام باتوں کے باقاعدہ ثبوت بھی یحییٰ بختیار صاحب کو فراہم کئے چنانچہ انہوں نے جب مرزا ناصر احمد سے یہ سوالات کئے تو پہلے تو اس نے انکار کیا لیکن جب یحییٰ بختیار صاحب نے ڈاک کے پتے اور "الفضل" کے پرچے اس کے سامنے رکھے تو اس کو بادل ناخواستہ ماننا پڑا۔ جس کا اراکین اسمبلی پر گہرا اثر پڑا اور وہ جان گئے کہ قادیانی یہودیوں کی سرپرستی میں کام کر رہے ہیں اور اس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاکستان کی قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر قرارداد منظور کی اور قادیانی غیر مسلم قرار دیئے گئے اور آئین پاکستان میں مسلمان کی یہ تعریف باقاعدہ طور پر شامل ہوئی کہ "مسلمان کیلئے لازم ہے کہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ہر لحاظ سے آخری نبی مانتا ہو" مسلمان کی یہ تعریف حضرت علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کردہ ہے۔ نیز اراکین اسمبلی اپنے انتخاب کے بعد جو حلف اٹھاتے ہیں وہ بھی آپ ہی کا تحریر کردہ ہے۔

حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی نے اس عرصے میں پارلیمنٹ کی دفاعی کمیٹی کی حیثیت سے بھی گراں قدر خدمات انجام دیں چنانچہ پاکستان کے اہم ترین دفاعی منصوبوں ہیوی کمپلیکس ٹیکسلا اور ایروناٹیکل کمپلیکس کامرہ پر اسی زمانے میں کام شروع ہوا۔ تاہم سب سے زیادہ خصوصی اہمیت کا حامل ایٹمی پروگرام بھی اسی دور کی یادگار ہے۔ ان اہم قومی منصوبوں پر آپ نے وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب کا بھرپور ساتھ دیا اور کسی بھی قسم کے سیاسی اختلافات کو آڑے نہیں آنے دیا۔ ان کارناموں کی وجہ سے آپ جناب ذوالفقار بھٹو کی بڑی قدر کرتے تھے اور آپ واحد سیاسی رہنما تھے جنہوں نے بھٹو صاحب کی پھانسی کے خلاف آواز بلند کی۔ آپ ۱۹۸۵ء میں ایوان بالا (سینٹ) کے ممبر منتخب ہوئے۔

جنرل ضیاء الحق صاحب کے دور اقتدار (۱۹۷۷ء-۱۹۸۸ء) میں آپ نے مارشل لاء کا مقابلہ نہایت عزم و ہمت سے مقابلہ کیا۔ اس عرصے میں دیگر دینی و سیاسی رہنماؤں کی طرح آپ کو بھی بڑے اعلیٰ عہدوں کی پیشکش ہوئی۔ آپ نے اس آمرانہ حکومت میں شامل ہونا گوارا نہیں کیا۔ حالانکہ آپ کے بعض ساتھی ضیاء الحق صاحب کے بچھائے ہوئے دام تزویر میں پھنس کر جے یو پی سے الگ ہوگئے۔ اس مارشل لاء کے دوران کی گروہی، لسانی اور مذہبی فرقہ وارانہ تنظیمیں بھی منظر عام پر آئیں۔ ہیروئن، کلاشنکوف اور وی سی آر کلچر بھی معاشرے میں عام ہوگیا جس کی بدولت بے حیائی، انتشار، فسادات اور قتل و غارت کا گراف بہت بلند ہوا۔ حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی جے یو پی کے پلیٹ فارم سے بے حیائی کے سیلاب کو روکنے اور اتحاد و یکجہتی، اخوت و محبت اور اتحاد بین المسلمین کیلئے کوشاں رہے جسے ہر مکتبہ فکر کے اعتدال پسند حلقے میں پذیرائی نصیب ہوئی۔ چنانچہ ملک کے مختلف حلقوں اور جماعتوں نے مل جل کر "ملی یکجہتی کونسل" کی بنیاد رکھی تو اس کی سربراہی کیلئے صرف اور صرف ایک ہی شخصیت پر اتفاق کیا اور وہ علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اقدس تھی یوں بلا مقابلہ آپ اس کے صدر منتخب کئے گئے۔ آپ نے ملک بھر کے اہم شہروں کا دورہ کیا۔ اجلاس ہوئے تقریریں ہوئیں۔ ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو سمجھنے کی کوششیں ہوئیں، قتل و غارت کی بجائے

اہتمام و تنظیم اور مذاکرات کا دور شروع ہوا۔ جس کی بدولت فرقہ واریت کی آگ ٹھنڈی کرنے میں مدد ملی اور معاشرے میں امن وامان کی حالت بہتر ہوگئی۔

اسی طرح گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد جب امریکہ نے افغانستان کے خلاف برزہ سرائی شروع کی تو مسلمانانِ افغانستان۔ کراچی میں سب سے پہلی آواز شاہ احمد صاحب نورانی نے بلند فرمائی اور "دفاعِ پاکستان و افغانستان کونسل" قائم کی جس۔ کے باعث دوسری دینی جماعتوں کی توجہ بھی ادھر مبذول ہوئی اور یوں بریلوی، دیوبندی، شیعہ اور اہلِ حدیث مکتبۂ فکر کے علماء اور جماعتوں نے مل کر "متحدہ مجلس عمل" کے نام سے جماعت قائم کی۔ اس کی سرپرستی کا سہرا بھی حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی کے سر جاتا ہے یوں آپ قائدِ ملت سے میر کاروانِ اسلامیہ اور صدر نشین علماء بن گئے۔ انتخابات ۲۰۰۲ء میں "متحدہ مجلس عمل" نے متفقہ امیدوار کھڑے کئے اور صوبہ سرحد، صوبہ بلوچستان میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی۔ صوبہ سرحد میں ایم ایم اے کی حکومت قائم ہوئی اور حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی ایم ایم اے کے ٹکٹ پر ایوانِ بالا میں سینیٹر منتخب ہوئے اور ملکی سیاست میں ایم ایم اے کے سربراہ کی حیثیت سے آخر وقت تک خدمات بجالاتے رہے۔

شادی اور اولادِ امجاد: حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی قدر حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق مدینہ حضرت علامہ ضیاء الدین صاحب مدنی قادری رحمۃ اللہ علیہ سے گہرے مراسم تھے جو سعودی عرب میں مقیم تھے ان کا خاندان اب بھی وہیں رہائش پذیر ہے۔ آپ جب بھی وہاں جاتے تو ان کے ہاں ٹھہرا کرتے تھے۔ آپ نے ہی نورانی صاحب کی نسبت ضیاء الدین صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی پوتی محترمہ سلمیٰ بنت الرحمٰن بنت مولانا فضل الرحمٰن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ سے طے کی تھی۔ باقاعدہ رخصتی ۱۹۶۲ء میں ہوئی۔ مولانا شاہ احمد نورانی اپنی بیوی کے ساتھ عربی میں گفتگو کیا کرتے تھے کیونکہ ان کی زبان عربی تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس نیک بخت خاتون سے آپ کو دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں عطا فرمائیں۔ بڑے صاحبزادے حضرت علامہ شاہ انس نورانی صدیقی نے کراچی گرامر سکول سے او لیول (O-level) کا امتحان پاس کیا اور ایس ایم کامرس

کالج کراچی سے بی اے اور جامعہ کراچی سے ایم اے اسلامک اسٹڈیز کرنے کے بعد بغداد (عراق) سے عربی فاضل کی سندلی اور پھر لیبیا کی اسلامی یونیورسٹی سے قرآن، حدیث اور فقہ میں تخصص کیا اور والد کی وفات کے بعد آپ کو "ورلڈ اسلامک مشن" کا چیئرمین مقرر کیا گیا ہے۔ جبکہ دوسرے صاحبزادے محمد اویس نورانی صدیقی سینٹ پیٹرک کالج کراچی سے بی کام کرنے کے بعد امریکہ کی ایک یونیورسٹی سے بزنس ایڈمنسٹریشن کر چکے ہیں۔ نورانی صاحب کی دونوں بیٹیاں محترمہ انس نورانی سلمہا اور محترمہ ایمان نورانی سلمہا بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ ان کی شادیاں ہو چکی ہیں اور دونوں نے اپنی والدہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے چراغ خانہ بن کر گھریلو ذمہ داریاں سنبھال رکھی ہیں۔

نورانی صاحب اور مدیر اعلیٰ الحسن

استاد محترم مکرم (مخبر) سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی مدظلہ العالی اور قائد اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت، اخوت اور محبت بھرے تعلقات کا عرصہ تقریباً اڑتالیس سال پر محیط ہے۔ بقول نورانی صاحب، مدیر اعلیٰ "الحسن" سے ان کی پہلی ملاقات ۱۹۵۷ء میں اس وقت ہوئی جب نورانی صاحب تحریک پاکستان کے نامور رہنما حضرت علامہ عبدالحامد بدایونی کے ہمراہ آستانہ عالیہ قادریہ آغا پیر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ یکہ توت پشاور (رہائش گاہ مدیر اعلیٰ "الحسن") تشریف لائے۔ بعد ازاں فکری، مذہبی، روحانی اور سیاسی ہم آہنگی خصوصاً غلبہ اسلام، فروغ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، تحفظ ناموس رسالت، استحکام پاکستان، درد امت، اخلاص و للہیت اور فقر و درویشی وغیرہ نے جلد ہی دونوں کو ایک دوسرے کے اس قدر قریب کر دیا کہ نورانی صاحب آستانہ عالیہ قادریہ آغا پیر جان یکہ توت پشاور کو اپنا گھر سمجھنے لگے اور جب بھی پشاور تشریف لاتے تو یہاں ہی قیام فرماتے۔ یہاں پر تمام گھر والے اور حلقہ عقیدت بھی آپ سے بے حد مانوس ہو چکا تھا۔

جب ۱۹۶۹ء میں نورانی صاحب جے یو پی کے سیکرٹری اطلاعات منتخب ہوئے اور جے یو پی کی از سر نو تنظیم سازی شروع ہوئی تو اس پلیٹ فارم پر دونوں بزرگوں نے تنظیم سازی میں بنیادی

۱؎ نورانی صاحب نے ۳۰ [illegible] ۱۹۹۹ء کو ایک انٹرویو میں یہ بات [illegible] کی تھی۔

کردار ادا کیا۔ پھر ۱۹۷۳ء میں جب نورانی صاحب جے یو پی کے صدر منتخب ہوئے تو اس وقت سے لے کر ۲۰۰۳ء تک مدیر اعلیٰ "الحسن" جے یو پی صوبہ سرحد کے صوبائی صدر کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ نورانی صاحب جب بھی صوبہ سرحد کا دورہ کرتے تو پہلے پشاور میں آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان رحمۃ اللہ علیہ کے لئے تشریف لاتے اور پھر یہاں سے صوبہ سرحد کے دیگر مقامات کے دورے کا پروگرام ترتیب دیا جاتا۔

اس زمانے میں مجاہد ملت عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے ساتھ ہوا کرتے تھے۔ حضرت علامہ نورانی رحمۃ اللہ علیہ کو جب کبھی آلام و مصائب کا سامنا کرنا پڑتا تو فون پر مدیر اعلیٰ "الحسن" سے دعا کیلئے فرمایا کرتے تھے۔ جب آپ کا بائی پاس کا آپریشن ہوا تو مدیر اعلیٰ "الحسن" ہر نماز کے بعد آپ کی صحت یابی کیلئے خصوصی دعا فرمایا کرتے اور سب حلقہ عقیدت کو کہتے کہ نورانی صاحب کیلئے شفاء کاملہ کیلئے دعا کریں۔ مدیر اعلیٰ "الحسن" نے "جمعیت علماء پاکستان" کے صوبائی صدر کی حیثیت سے ہمیشہ نورانی صاحب کا بھرپور ساتھ دیا اور آپ کے تمام فیصلوں کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہوئے ان پر پورا پورا عمل بھی کیا۔ اس جماعت کو بعض اوقات بڑے سخت امتحانات سے بھی گزرنا پڑا۔ خصوصاً مرحوم جنرل محمد ضیاء الحق کا گیارہ سالہ دور مارشل لاء دینی و سیاسی رہنماؤں کیلئے بڑا تکلیف دہ تھا۔ اس عرصے میں بڑے بڑے اکابرین کے قدم ڈگمگا گئے اور وہ اپنی جماعتوں سے الگ ہو کر مارشل لاء حکومت کا حصہ بن گئے۔ مدیر اعلیٰ "الحسن" کو بھی نورانی صاحب سے جدا کرنے کیلئے پرکشش عہدوں کی پیشکش کی گئی لیکن آپ نے انہیں پائے حقارت سے ٹھکراتے ہوئے نورانی صاحب کے فیصلوں سے سرمو انحراف نہیں کیا جس سے نورانی صاحب کے دل میں بھی مدیر اعلیٰ "الحسن" کی قدر و منزلت بڑھتی چلی گئی اور ایک موقع پر انٹرویو میں نورانی نے مدیر اعلیٰ "الحسن" کی مستقل مزاجی اور استقامت پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

۱؎ نورانی صاحب نے [illegible] کو پشاور میں [illegible] کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے یادداشت بیان کی تھی۔ اس وقت مدیر اعلیٰ "الحسن" کے [illegible] (صدر جمعیت علماء پاکستان ضلع چترال) بھی موجود تھے۔

"حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بڑے عالم، فاضل اور کامل ولی اللہ تھے۔ علماء اور مشائخ کے حلقوں میں یکساں مقبول تھے اسی لئے آپ کو سید الطائفہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ایک شخص ان کی خانقاہ میں آیا اور چند دن وہاں گزارنے کے بعد ان سے واپسی کی اجازت چاہی تو آپ نے ان سے پوچھا۔ بھائی آپ نے اپنی آمد کی غرض وغایت بیان نہیں کی کہ کس مقصد کیلئے یہاں تشریف لائے تھے؟ وہ کہنے لگا حضرت! میں نے آپ کی بڑی تعریف سن رکھی تھی اور آپ کا مرید ہونے کیلئے یہاں آیا تھا۔ اتنے دن میں نے یہاں گزارے لیکن آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی لہٰذا واپس جا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا بھائی! کیا تم نے مجھے کوئی ایسا کام کرتے دیکھا ہے جو سنت رسول ﷺ کے خلاف ہو تو وہ کہنے لگا نہیں ایسی تو میں نے کوئی بات نہیں دیکھی۔ تو پھر آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میرے بھائی اسے استقامت فی الدین کہتے ہیں اور یہ کرامت پر فوقیت رکھتی ہے لہٰذا تم بھی استقامت اختیار کرو اور کرامت کے طالب مت بنو"۔

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد علامہ نورانی صاحب فرمانے لگے "الحمد للہ ہمارے سید امیر شاہ صاحب گیلانی بھی ایسی استقامت کے حامل ہیں اور آپ نے ہر موقع پر ایسی ہی استقامت کا عملی ثبوت فراہم کیا ہے"۔

جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی صدر کی حیثیت سے نورانی صاحب کئی بار پشاور تشریف لائے۔ آپ کا قیام آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان رحمۃ اللہ علیہ یکہ توت میں ہوتا۔ آپ کی آمد سے یہاں عید کا سا سماں پیدا ہو جاتا۔ مدیر اعلیٰ، آپ کے اہل خانہ، بچے اور حلقہ مریدین سب خوشی سے پھولے نہ سماتے۔ گھر میں قسما قسم کھانے پکائے جاتے تو باہر آپ کے استقبال اور دورے کے دیگر لوازمات اور اہتمام کی تیاریاں مدیر اعلیٰ "المحسن" کی نگرانی میں شروع ہو جاتیں۔ ان دوروں میں عموماً تین قسم کے پروگرام ہوا کرتے تھے۔

۱: "جمعیت علماء پاکستان" کے کارکنوں سے خطاب۔

۲: پریس کانفرنس سے خطاب۔

سو رات کو مشاعرے کا اہتمام جس میں مختلف سیاسی جماعتوں کے مقامی رہنما اور معززین شہر کو مدعو کیا جاتا۔ یہ محفل رات گئے تک جاری رہتی اور عوام و خواص نورانی صاحب کے بصیرت افروز ملفوظات سے مستفید ہوتے۔ یہ تینوں تقاریب آستانہ عالیہ پر ہی منعقد ہوا کرتی تھیں۔

راقم الحروف کو مدیر اعلیٰ "الحسن" کے نقش بردار کی حیثیت سے قائد ملت اسلامیہ حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی سے ملنے، ہم کلام ہونے، خدمت کرنے، آپ کے افکار و خیالات اور خطبات سے بہرہ مند ہونے کے متعدد مواقع اکیس سال تک میسر آتے رہے۔ اس عرصہ میں نورانی صاحب کو قریب سے دیکھنے سمجھنے اور آپ کی عظیم المرتبت شخصیت سے مستفید و مستفیض ہونے کا بار بار شرف حاصل ہوتا رہا۔ ان سطور میں احقر اپنے چند مشاہدات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

احقر کو حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی کی زیارت پہلی مرتبہ منگل کے دن ۱۶ اپریل ۱۹۸۲ء کو اس وقت ہوئی جب آپ مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی، حضرت شیخ المشائخ خواجہ سرفراز صاحب سجادہ نشین تونسہ شریف اور جناب صاحبزادہ سید اکرم شاہ صاحب گڑھی شریف کے ہمراہ آستانہ عالیہ قادریہ کوتوت پشاور تشریف لائے۔ ظہر کی نماز یہیں پر ادا کی پھر کھانا تناول کرنے کے بعد ارباب سکندر خان خلیل شہید (سابق گورنر صوبہ سرحد) کی فاتحہ خوانی کیلئے تہکال بالا تشریف لے گئے جب وہاں پہنچے تو اس وقت کے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ضیاء الحق صاحب وہاں سے نکل رہے تھے۔

رات کو آستانہ عالیہ قادریہ کوتوت شریف کے متصل جناب خلیفہ نصیر الدین صاحب کے گھر پر مدیر اعلیٰ "الحسن" نے پریس کانفرنس کا اہتمام فرمایا تھا۔ نورانی صاحب نے کھل کر ملکی اور بین الاقوامی صورتحال پر روشنی ڈالی۔ صحافیوں کی طرف سے بھی بڑے دلچسپ سوالات کئے گئے جن کے نورانی صاحب نے نہایت مدلل جوابات دیئے۔ نورانی صاحب کی حاضر جوابی اور نکتہ آفرینی اپنی مثال آپ تھی۔ رات گیارہ بجے تک پریس کانفرنس جاری رہی لیکن چونکہ مارشل لاء کا دور تھا اور پریس پر پابندی تھی اس لئے یہ تفصیلات عوام کے علم میں نہ آسکیں۔

اگلے دن یعنی ۲۱ اپریل ۱۹۸۲ء بروز بدھ دس بجے نورانی صاحب پشاور بار کونسل تشریف لے گئے۔ بار کونسل کے صدر جناب دوست محمد خان صاحب ایڈووکیٹ نے آپ کو بار کونسل سے خطاب کی دعوت دی تھی۔ یہاں پر وکلاء کے سامنے آپ نے ملکی اور بین الاقوامی حالات حاضرہ پر بصیرت افروز تقریر کی پھر سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ بعض وکلاء کی جانب سے بڑے مشکل اور چبھتے ہوئے سوالات بھی کئے گئے جن کا علامہ شاہ احمد نورانی نے نہایت خندہ پیشانی سے جواب دیا۔ آخر میں بار کونسل کی طرف سے چائے پیش کی گئی اور پھر وکلاء کے جلوس میں نورانی صاحب آستانہ عالیہ یکہ توت واپس پہنچا اور دوپہر کے کھانے پر مسلم لیگ، استقلال پارٹی، نیشنل پارٹی اور کئی دیگر پارٹیوں کے رہنماؤں کو بھی دعوت دی گئی تھی۔

اسی عرصہ میں ٹرکوں کا ایک قافلہ یکہ توت شریف پشاور پہنچا جس میں کمبل، خیمے اور اشیاء خورد و نوش لدی ہوئی تھیں۔ اس تمام سامان کا اہتمام جے یو پی نے افغان مہاجرین کیلئے کیا تھا۔ چنانچہ اسی روز بعد نماز ظہر تین بجے یہ قافلہ نورانی صاحب کی قیادت میں چارسدہ روڈ پر مقیم افغان مجاہد رہنما حضرت سید احمد شاہ صاحب گیلانی کے کیمپ پہنچا جہاں مجاہدین نے آپ کا شاندار استقبال کیا اور ایک باوقار تقریب منعقد ہوئی جس میں مجاہدین نے "جمعیت علماء پاکستان" علامہ شاہ احمد نورانی، مجاہد ملت عبدالستار خان صاحب نیازی اور مدیر اعلیٰ "الحسن" کا شکریہ ادا کیا۔ اس موقع پر بڑی تعداد میں افغان علمائے کرام اور دینی مدارس کے طلباء بھی موجود تھے۔ چنانچہ نورانی صاحب نے عربی زبان میں تقریر کی جبکہ جناب نیازی صاحب نے فارسی میں خطاب کیا اور افغانستان کے مسلمانوں کے جذبۂ جہاد و حریت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ان کی بھرپور حوصلہ افزائی فرمائی اور مستقبل میں بھی انہیں ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا۔

نماز عصر اسی کیمپ میں مدیر اعلیٰ "الحسن" کی اقتداء میں ادا کی گئی۔ چائے پینے کے بعد واپس آستانہ عالیہ قادریہ آغا پیر جان صاحب یکہ توت پشاور پہنچے۔ نماز مغرب ادا کرنے کے بعد نورانی صاحب چوک شادی پیر پشاور میں دیوان صاحب جناب آل سیدی (جنرل سیکرٹری جے یو پی سرحد)

کی حویلی تشریف لے گئے۔ رات کے کھانے کا اہتمام انہوں نے کیا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد سب لوگ جامع مسجد مہربانیہ سبزی منڈی تشریف لائے جہاں خلیفہ اول حضرت امیر المومنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یاد میں ایک نورانی و روحانی تقریب منعقد کی گئی تھی۔ اس موقع پر مدیر اعلیٰ "الحسن"۱؎، جناب عبدالستار خان نیازی اور حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی نے خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی سیرت اور اخلاق و کردار کے حوالے سے بصیرت افروز تقاریر فرمائیں اور یہ محفل رات بارہ بجے اختتام کو پہنچی۔

اگلے دن بروز جمعرات ۱۸ اپریل ۱۹۸۲ء کو نورانی صاحب مردان روانہ ہوئے۔ گاڑی کی ڈرائیونگ عبدالواحد صاحب قادری کر رہے تھے۔ اگلی سیٹ پر مجاہد ملت عبدالستار خان صاحب نیازی تشریف فرما تھے۔ نورانی صاحب ان کا بڑا احترام کرتے تھے اور ہمیشہ انہیں اگلی سیٹ پر بٹھایا کرتے تھے۔ پچھلی سیٹ پر جناب علامہ شاہ احمد نورانی، مدیر اعلیٰ "الحسن" اور صوفی محمد اعظم صاحب قادری نقشبندی بیٹھے ہوئے تھے۔ کئی دوسری گاڑیاں بھی تھیں جن میں جے یو پی کے اراکین تھے اور یوں ایک جلوس کی شکل میں نورانی صاحب مردان پہنچے۔ وہاں پر بھی بار کونسل سے خطاب کیا۔

جب سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا تو ایک نوجوان وکیل کھڑا ہوا اور آپ کو انگریزی زبان سے نابلد عالم دین سمجھ کر پریشان اور شرمندہ کرنے کیلئے انگریزی میں سوال کر ڈالا۔ قائد اہل سنت جناب نورانی صاحب نے نہایت غور سے سوال سنا اور پھر انگریزی زبان میں اس کا مفصل جواب دیا۔ نورانی صاحب کی فصیح و بلیغ اور صحیح تلفظ کے ساتھ انگریزی تقریر سن کر تمام وکلاء برادری ورطۂ حیرت میں ڈوب گئی کہ ایک باریش سر پر کلاہ پہنے دینی جماعت کا سربراہ اس قدر رواں اور لہجے کے ساتھ انگریزی بول سکتا ہے۔

بار کونسل میں چائے نوش کرنے کے بعد نورانی صاحب مردان کے معروف عالم دین حضرت علامہ مولانا فضل سبحان صاحب کے مدرسہ "دارالعلوم بغدادیہ" تشریف لے گئے جہاں دوپہر کے کھانے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ یہاں سے نکل کر تحریک پاکستان کے سرگرم رہنما اور جلیل القدر ولی

۱؎ مدیر اعلیٰ "الحسن" اس مسجد کے خطیب تھے اور ان دنوں نماز جمعہ یہاں پڑھایا کرتے تھے۔

سنت عالم دین حضرت علامہ مولانا مصلح الدین صاحب کی مسجد پہنچے اور جلسے سے خطاب فرمایا اور پانچ بجے جناب حاجی محمد صدیق صاحب (صدر جے یو پی مردان) کے گھر سے (بگٹ گنج مردان) پہنچے جہاں انہوں نے عصرانے کا اہتمام کر رکھا تھا۔ یہاں پر مدیر اعلیٰ "الحسن" کی اقتداء میں عصر کی نماز ادا کی گئی اور پھر پہلے حضرت علامہ عبدالستار خان نیازی نے خطاب کیا جبکہ آخر میں شاہ احمد نورانی صاحب نے ایک مختصر مگر پراثر تقریر فرمائی اور یہاں چائے نوش فرما کر واپس پشاور روانہ ہوئے۔

نماز مغرب راستے میں ہی پڑھی گئی اور رات ساڑھے آٹھ بجے آستانہ عالیہ قادریہ قاضی جان صاحب یکہ توت پشاور پہنچے۔ نماز عشاء ادا کرنے کے بعد کھانا کھایا اور سو گئے۔ اگلے دن بروز جمعۃ المبارک صبح ناشتے کے بعد نورانی صاحب مدیر اعلیٰ "الحسن" کے حلقہ عقیدت کے ساتھ گپ شپ لگا رہے تھے کہ دیوان صاحب کے گھرانے کے چند نوجوان آئے اور نورانی صاحب کے دست اقدس پر بیعت کا شرف حاصل کیا اور پھر گیارہ بجے نورانی صاحب ایک جلوس کی صورت میں ائیرپورٹ پہنچے۔ دونوں بزرگان یعنی حضرت علامہ شاہ احمد نورانی اور عبدالستار خان صاحب نیازی ہم سب پر بڑی شفقت فرماتے ہوئے ملتان روانہ ہوئے۔

ان ایام میں دن رات کا ہر لمحہ نورانی صاحب کی صحبت میں گزارنے اور خدمت کرنے کا موقع ملا۔ آپ کے گرانقدر افکار، خیالات اور خطبات سے مستفید ہونے کے علاوہ تنہائی میں بھی انہیں دیکھنے، پرکھنے اور پرلطف ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ رات کو جس وقت بھی سوتے نماز تہجد کیلئے جاگ جاتے۔ یہ فقیر بھی اٹھ جاتا اور نورانی صاحب کیلئے چائے بناتا۔ آپ نماز تہجد سے فراغت کے بعد چائے نوش فرماتے اور پھر اپنے اوراد و وظائف میں مشغول ہو جاتے یہاں تک کہ نماز فجر کا وقت ہو جاتا تو فجر ادا کر کے پھر لیٹ جاتے اور ایک گھنٹہ آرام فرماتے۔ بیدار ہو کر اخبار دیکھتے پھر ناشتہ کرکے روزمرہ معمولات و مصروفیات کا آغاز کرتے۔

آپ بڑے پاک و صاف اور نفاست پسند انسان تھے۔ عطر باقاعدگی سے لگایا کرتے تھے۔ داڑھی رنگنے کیلئے ہمیشہ پشاوری مہندی استعمال کرتے تھے۔ ہر وقت ایک دلکش فطری مسکراہٹ آپ کے چہرے پر موجود رہتی جس نے آپ کی شخصیت کو بڑا ہی جاذب نظر بنا دیا تھا۔ جب بولتے تو اپنی مدلل

گفتگو اور کمال فن بیان سے تمام مجمع کو اپنا ہمنوا بنا لیتے تھے۔

اسی طرح ایک بار پھر پشاور دورے پر تشریف لائے آستانہ عالیہ آغا میر جان صاحب رحمۃ کا رتوت پشاور میں پارٹی کارکنوں سے خطاب کیا۔ رات کو عشائیے میں عمائدین پشاور اور سیاسی رہنماؤں سے ملاقات کی۔ دوسرے دن پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ پھر خان عبدالغفار خان المعروف باچا خان کی عیادت کیلئے لیڈی ریڈنگ ہسپتال پہنچے جو وہاں پولیس بلاک میں زیر علاج تھے۔

دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد چارسدہ روانہ ہوگئے۔ جہاں جسٹس حمایت اللہ صاحب نے آپ کے اعزاز میں عصرانے کا اہتمام کیا تھا۔ حسب معمول عبدالواحد صاحب قادری گاڑی چلا رہے تھے۔ یہاں پر یہ بات ذہن نشین رہے کہ جب بھی نورانی صاحب پشاور تشریف لاتے اور آستانہ عالیہ قادریہ سے دورے کے سلسلے میں صوبہ سرحد کے دیگر مقامات کا سفر کرتے تو گاڑی کی ڈرائیونگ عبدالواحد صاحب قادری ہی کیا کرتے تھے۔ عموماً اگلی سیٹ پر مجاہد ملت عبدالستار خان نیازی بیٹھتے اور پیچھے ایک طرف نورانی صاحب اور دوسری جانب مدیر اعلیٰ "المحسن" تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ جسٹس صاحب نے اپنے حجرے میں بڑا شاندار اہتمام کر رکھا تھا۔ وہاں نورانی صاحب نے جے یو پی کا جھنڈا لہرایا اور جلسہ عام سے خطاب فرمایا۔ نیازی صاحب نے بھی تقریر کی اور جسٹس صاحب نے تقریر کرتے ہوئے تمام اپنے ساتھیوں سمیت جے یو پی میں شمولیت کا اعلان کیا۔

اسی طرح ۹۱-۱۹۹۰ء میں جب پہلی مرتبہ امریکہ نے عراق پر حملہ کیا تو حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صاحب نے جے یو پی کی طرف سے ملک بھر میں احتجاجی جلسے منعقد کئے۔ اسی قسم کا ایک عظیم الشان جلسہ مدیر اعلیٰ "المحسن" کی صدارت میں قصہ خوانی بازار پشاور میں ہوا جس سے خطاب کیلئے نورانی صاحب خصوصی طور پر پشاور تشریف لائے تھے۔ جونہی نورانی صاحب نے تقریر شروع کی تو بارش شروع ہو گئی۔ نورانی صاحب کے ولولہ انگیز خطاب نے حاضرین کے جذبات کو اس قدر گرما دیا تھا کہ وہ بارش کی حالت میں بھیگتے ہوئے آخر دم تک جلسہ گاہ میں موجود رہے اور آپ کی تقریر سنتے رہے۔

جسٹس حمایت اللہ صاحب سابق گورنر بلوچستان [illegible] کے بھائی ہیں۔

جب ۱۹۹۲ء میں "ملی یکجہتی کونسل" کا قیام عمل میں آیا اور مذہبی جماعتوں نے حضرت علامہ شاہ احمد نورانی کو اس کا صدر تسلیم کر کے تحفظ ناموس رسالت مآب ﷺ کیلئے متفقہ طور پر جدوجہد شروع کی تو پاکستان کے تمام بڑے بڑے شہروں میں "ملی یکجہتی کونسل" کے اجتماعات شروع ہوئے۔ اس قسم کا ایک اہم اجلاس ۲۹ مئی ۱۹۹۵ء کو پرل کانٹی نینٹل ہوٹل پشاور میں ہوا۔ علامہ شاہ احمد نورانی ایک روز پہلے ۲۸ مئی کو پانچ بجے پشاور ائیر پورٹ پر اترے تو جے یو پی صوبہ سرحد کی طرف سے ایک بہت بڑے جلوس کی شکل میں آستانہ عالیہ قادریہ آغا پیر جان رحمۃ اللہ علیہ یکہ توت پشاور لائے گئے۔ یہ وہ دور تھا جب مولانا عبدالستار خان نیازی الگ ہو چکے تھے اور ان کی جگہ لیفٹیننٹ جنرل (ر) کے ایم اظہر صاحب جنرل سیکریٹری کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ یہ بھی نورانی صاحب کے ساتھ تھے بلکہ پروفیسر شاہ فرید الحق، سید اعجاز ہاشمی، سید شبیر ہاشمی ایڈیٹر "ندائے اہل سنت" اور صاحبزادہ سید اکرم شاہ صاحب ڈپٹی سیکریٹری بذریعہ روڈ پشاور پہنچے۔ تقریباً اکیس مذہبی جماعتوں کے قائدین اور دوسرے سارے اراکین نے ۲۹ مئی کو نورانی صاحب کی صدارت میں اجلاس میں شرکت کی۔ رات کو مدیر اعلیٰ "الحسن" نے نورانی صاحب کے اعزاز میں آستانہ عالیہ قادریہ آغا پیر جان رحمۃ اللہ علیہ یکہ توت پشاور میں حسب معمول عشائیہ دیا جس میں "ملی یکجہتی کونسل" کے تمام رہنما، اراکین، سادات پشاور، جے یو پی کے اراکین اور معززین پشاور بڑی تعداد میں موجود تھے۔

اگلے روز یعنی ۳۰ مئی کو صبح نو بجے آستانہ عالیہ قادریہ آغا پیر جان صاحب یکہ توت پشاور شہر سے نورانی صاحب ایک جلوس کی قیادت کرتے ہوئے "دارالعلوم جیلانیہ غفوریہ" واقع انڈسٹریل اسٹیٹ حیات آباد پشاور پہنچے۔ وہاں تنظیم اہل سنت خیبر ایجنسی کے رہنماؤں اور معروف روحانی شخصیت حضرت شیخ گل صاحب مدظلہ العالی کے بھائی حاجی عبدالحکیم اور صاحبزادوں جناب عبدالمالک اور جناب نورالحق صاحب نے پرجوش استقبال کیا اور دارالعلوم میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس سے نورانی صاحب نے خطاب کرتے ہوئے عشق رسول اور تعظیم رسول ﷺ پر تقریر فرمائی۔ اس موقع پر صاحبزادہ نورالحق صاحب نے نورانی صاحب کی خدمت میں تحائف پیش کئے اور پر تکلف ضیافت کا اہتمام کیا۔ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی، مدیر اعلیٰ "الحسن" اور پروفیسر شاہ

فرید الحق صاحب نے دارالعلوم کی وزیٹر بک میں اپنے تاثرات قلم بند کئے اور اس کے بعد مولانا شاہ احمد نورانی اسلام آباد کیلئے روانہ ہو گئے۔

پاسبانِ ملتِ اسلامیہ شاہ احمد نورانی بتاریخ ۲۲ ستمبر ۱۹۹۶ء کو جامع مسجد فاروقی حیات آباد پشاور تشریف لائے، جہاں جماعت اہل سنت خیبر ایجنسی کے سرپرست اور روحانی پیشوا حضرت شیخ گل کی سرپرستی میں افغانستان کے طالبان کے ساتھ یکجہتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے "عزمِ جہاد کانفرنس" کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس کانفرنس سے متعدد علماء و مشائخ اور دانشوروں نے خطاب فرمایا۔ آخر میں نورانی صاحب نے قرآن و حدیث کی روشنی میں جہاد پر جو تقریر فرمائی اس سے حاضرین پوری طرح جذبہ جہاد سے سرشار ہو گئے۔

علامہ شاہ احمد نورانی اس عظیم الشان کانفرنس سے بصیرت افروز خطاب کے بعد آستانہ عالیہ قادریہ آغا پیر جان رحمۃ اللہ علیہ یکہ توت پشاور تشریف لائے۔ صاحبزادہ سید اکرم شاہ صاحب اور علامہ نور الحق صاحب قادری (سابق ممبر قومی اسمبلی خیبر ایجنسی) بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ مدیر اعلیٰ "الحسن" نے اس موقع پر اپنی کتاب "انوارِ غوثیہ شرح شمائل نبویہ" کا نیا ایڈیشن نورانی صاحب کو پیش فرمایا۔ جو چوتھی مرتبہ "شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور" کی طرف سے شائع ہوئی تھی۔ علامہ نورانی نے اس کتاب کو بوسہ دیا اور پھر کھول کر اس کا سرسری جائزہ لیتے ہوئے فرمایا

"ایک بزرگ نے مجھ سے پوچھا حضرت سید محمد امیر شاہ صاحب گیلانی نے کوئی کتاب لکھی ہے؟ تو میں نے عرض کیا حضرت نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں آپ کس کتاب کی بات کر رہے ہیں؟ تو وہ کہنے لگے، مجھے کتاب کا نام تو یاد نہیں لیکن میں نے پیارے محبوب ﷺ کی زیارت کی اور حضور ﷺ کے دستِ اقدس میں ایک کتاب دیکھی جس پر سید محمد امیر شاہ صاحب کا اسمِ گرامی لکھا ہوا تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسے نہایت ہی محبت سے ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ تو میں (نورانی صاحب) نے ان سے عرض کی یقیناً یہ کتاب شمائل ترمذی کی شرح "انوارِ غوثیہ" ہے جو آپ نے رسول کریم ﷺ کے دستِ اقدس میں ملاحظہ فرمائی"۔

پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے نورانی صاحب نے فرمایا "اگرچہ بعض دیوبندی حضرات نے

بھی شمائل ترمذی کا اردو میں ترجمہ کیا ہے لیکن ان میں وہ بات کہاں جو "انوار محمدیہ" میں ہے۔ پھر دیر تک "انوار محمدیہ" کے محاسن بیان کرتے رہے"۔

"جمعیت علماء پاکستان" کے مرکزی اجتماعات عموماً لاہور میں ۔ جے یو پی کے مرکزی دفتر کے متصل روڈ عقب انٹرنیشنل ہوٹل لاہور میں ہوا کرتے تھے۔ جن میں چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر کے مرکزی و صوبائی عہدے دار اور مجلس عاملہ کے اراکین شامل ہوا کرتے تھے۔ "جمعیت علماء پاکستان" صوبہ سرحد کے ممبران مجلس عاملہ مدیر اعلیٰ "المحسن" کی قیادت میں لاہور تشریف لے جاتے۔ مدیر اعلیٰ "المحسن" اس فقیر کو بھی اپنے ساتھ لے جاتے۔ چنانچہ متعدد مرتبہ مبصر کی حیثیت سے جمعیت علماء پاکستان" کے ان مرکزی اجتماعات میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا۔ ملک بھر سے چیدہ ترین علماء اہل سنت کا یہ روح پرور اجتماع قابل دید اور اپنی مثال آپ ہوا کرتا تھا۔ عاشق رسول ﷺ کے قافلہ سالار جہاں جمع ہوں اس محفل کی عظمت اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتا ہے یا پھر اہل محبت اور غلامان رسول ﷺ ہی اس کی قدر و منزلت سمجھ سکتے ہیں۔

چنانچہ اجلاس کے دوران جب بھی نماز کا وقت آتا تو حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی کی محبت بھری آواز بلند ہوتی "امیر شاہ صاحب آگے آئیں اور نماز پڑھائیں" پھر خود اقامت کہتے اور مدیر اعلیٰ "المحسن" امامت کرواتے۔ نورانی صاحب ہمیشہ ایسا ہی کرتے کہ جے یو پی کے اجلاس میں اگر مدیر اعلیٰ "المحسن" موجود ہوتے تو نورانی صاحب ہر نماز کیلئے باقاعدہ آپ کو بلاتے اور امامت کیلئے آگے کرتے۔ ایک مرتبہ نورانی صاحب کسی اجلاس میں موجود نہ تھے اور پروفیسر شاہ فرید الحق صاحب قائم مقام صدر کی حیثیت سے اجلاس کی صدارت کر رہے تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ یہ ظہر کی نماز تھی مدیر اعلیٰ "المحسن" نے ایک کونے میں تشریف فرما ہو کر سنتیں ادا کیں اس عرصے میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں کہ دیکھیں آج کون امامت کرواتا ہے۔ شاہ فرید الحق صاحب کیا کریں۔ کس کو بلائیں۔ مگر پچھلی صفوں میں ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ پروفیسر صاحب نے بھی شاہ احمد نورانی صاحب کی پیروی کرتے ہوئے فرمایا "امیر شاہ صاحب آگے آئیں اور امامت کروائیں"۔ یوں نورانی صاحب نے باقاعدہ ایک روایت قائم فرما دی تھی کہ جے یو پی کے ہر اجلاس میں ہر نماز کی

علامت کے طور پر اعلیٰ مدیر اعلیٰ "الحسن" بھی انجام دیا کرتے تھے اگر آپ وہاں تشریف فرما ہوتے۔

سفر آخرت: حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی رحمۃ اللہ علیہ عرصے سے عارضہ قلب میں مبتلا تھے۔ دوبار آپ کے دل کا آپریشن بھی ہو چکا تھا۔ پہلی بار ۱۹۷۸ء میں اور دوسری بار ۱۹۸۹ء میں بائی پاس ہوا تھا۔ لیکن اس کے باوجود آپ بڑے باہمت اور حوصلہ مند انسان تھے۔ ہر قسم کی دینی و مذہبی، سیاسی و سماجی اور علمی و ادبی اور تبلیغی سرگرمیاں باقاعدگی سے جاری تھیں۔ اکتوبر ۲۰۰۲ء میں "متحدہ مجلس عمل" کے چیئرمین اور پھر سینیٹر منتخب ہونے کے بعد آپ کی ذمہ داریوں میں کئی گنا اضافہ ہو چکا تھا لیکن اس کے باوجود آپ کے رمضان المبارک کے معمولات میں کوئی فرق واقع نہ ہوا اور اس ماہ مقدس میں آپ تمام مصروفیات چھوڑ کر کراچی پہنچ جایا کرتے اور جوانی سے نماز تراویح میں قرآن مجید سنانے کا جو سلسلہ وہاں شروع کر رکھا تھا۔ وہ اس سال بھی باقاعدگی سے جاری رکھا۔ البتہ ۲۸ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ کی رات کراچی سے پشاور تشریف لائے اور جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد صاحب کے بیٹے کا نکاح پڑھایا۔ عیدالفطر کراچی میں گزاری اور پھر اسلام آباد پہنچ کر حسب معمول اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔

گیارہ دسمبر ۲۰۰۳ء / ۱۶ شوال المکرم ۱۴۲۴ھ بروز جمعرات پارلیمنٹ ہاؤس میں پریس کانفرنس سے خطاب کرنے کا پروگرام تھا۔ روانگی سے قبل وضو کر رہے تھے کہ دل کا دورہ پڑا۔ فوراً پولی کلینک اسلام آباد پہنچایا گیا لیکن اس دنیائے فانی میں آپ کا وقت پورا ہو چکا تھا چنانچہ داعی اجل کو لبیک کہہ کر سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون۔

نماز جنازہ: صدر پاکستان جناب جنرل پرویز مشرف اور وزیر اعظم میر ظفر اللہ خان جمالی صاحب کی ہدایت پر ایک خصوصی طیارے (سی ۱۳۰) کے ذریعے آپ کا جسد خاکی اسلام آباد سے کراچی پہنچایا گیا اور اگلے دن جمعۃ المبارک کو ساڑھے تین بجے نشتر پارک کراچی میں نماز جنازہ ادا کرنے کا اعلان کیا گیا۔ چنانچہ صبح سے کراچی کے مختلف علاقوں سے لوگ ٹولیوں کی شکل میں کلمۂ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے نشتر پارک کی طرف روانہ ہوتے اور تین بجے نشتر پارک کھچا کھچ بھر چکا تھا۔

لیکن پھر بھی لوگ مسلسل چلے آرہے تھے۔ ہر آنکھ اشکبار اور ہر دل سوگوار تھا گویا ہر ایک کا کوئی قریبی رشتہ دار دوست یا شفیق و مہربان سرپرست رحلت کر چکا تھا۔

"متحدہ مجلس عمل" کی مرکزی قیادت صوبہ سرحد و صوبہ سندھ کے وزرائے اعلیٰ، وفاقی و صوبائی وزرا، قومی و صوبائی اسمبلی کے ممبران، تمام سیاسی جماعتوں کے نمائندے، ملکی سول و فوجی حکام، بیرونی ممالک سے اکابرین اہل سنت اور "ورلڈ اسلامک مشن" کے اراکین کے علاوہ لاکھوں کی تعداد میں آپ کے عقیدت مند اور شمع رسالت مآب ﷺ کے پروانے جنازہ گاہ میں موجود تھے۔ نماز جنازہ ایک گھنٹے کی تاخیر سے ساڑھے چار بجے آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت علامہ شاہ انس نورانی صدیقی مدظلہ العالی نے پڑھائی اور معروف بزرگ حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ اور والدہ ماجدہ کے پہلو میں اس آفتاب عالمتاب کو آخری آرام گاہ کے سپرد کر دیا گیا۔

کراچی والوں کا کہنا ہے کہ کراچی کی تاریخ میں تین جنازے ناقابل فراموش ہیں ان میں سے پہلا بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ تھا۔ پھر قائد ملت نوابزادہ لیاقت علی خان شہید کا اور اب یہ تیسرا قائد اہل سنت میر کارواں ملت اسلامیہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ تھا۔ البتہ ان تینوں میں شریک ہونے والے بزرگوں کا بیان تھا کہ یہ آخری جنازہ تعداد کے لحاظ سے اول الذکر دونوں جنازوں سے بڑا اور تاریخی تھا۔

اخلاق و کردار: حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی رحمۃ اللہ علیہ علم و فضل کے ساتھ ساتھ اخلاق و کردار کی صفات حسنہ سے مالا مال تھے۔ ایک اصول پسند عظیم انسان تھے۔ آپ کی شخصیت علم و عمل کی جامع تھی اور عمل میں اخلاص اور رضائے الٰہی کو پیش نظر رکھتے۔ درحقیقت آپ ہمیشہ اپنے نبی کریم رؤف رحیم، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین ﷺ کی سیرت طیبہ سے رہنمائی حاصل کرتے اور آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو اپنانے کی حتی المقدور کوشش کرتے تھے۔ جس کی بدولت آپ کی شخصیت میں ایسا نکھار، حسن، پختگی اور دل کشی پیدا ہو گئی تھی جو مختلف مکاتب فکر میں آپ کی مقبولیت کا باعث بنی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر طبقہ و فریق سب آپ کی خوبیوں اور اخلاق و کردار کی عظمت کے قائل اور

معترف ہیں۔ آپ کی سیرت و کردار کے چند نمایاں اوصاف کا مختصر ذکر کیا جا رہا ہے۔

عشق رسول ﷺ پیارے محبوب ﷺ سے محبت نورانی صاحب کو اپنے اسلاف اور اساتذہ کرام و مشائخ عظام سے ورثے میں ملی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حب رسول ﷺ ان کی زندگی کا عنوان بن کر نظر آتا ہے۔ آپ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے والہانہ اور کامل محبت تھی جس کے باعث سرور کونین ﷺ سے نسبت رکھنے والی ہر شے، ہر جگہ اور ہر شے سے آپ کو پیار تھا۔ ہر ایک کے ادب و احترام اور تعظیم و تکریم کا پورا پورا اہتمام کرتے تھے اور دوسروں کو بھی تمام عمر یہی درس دیتے رہے۔

علامہ شاہ احمد صاحب نورانی ایک بہترین قانون دان بھی تھے۔ دنیا کے تمام قوانین کا آپ نے مطالعہ کیا تھا اور ان پر گہری نظر رکھتے تھے لیکن یہ تمام قوانین آپ کی نظر میں ہیچ تھے صرف اور صرف "نظام مصطفیٰ ﷺ" ہی کی عظمت و رفعت کے دل سے قائل تھے اسی لئے جے یو پی کے دستور اور اغراض و مقاصد میں نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ کی جد وجہد کو اولیت کا درجہ دیا گیا اور آپ نے ہی ۱۹۷۷ء کی تحریک میں نظام مصطفیٰ کے نعرے کو شامل کروا کے اسے عوام میں پذیرائی بخشی۔

آپ کی تمام دینی و سیاسی اور علمی و تبلیغی سرگرمیوں کا گہرا جائزہ لینے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ کی عقیدت و محبت اور فکر و نظر کا محور و مرکز جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس تھی۔ جب ایم ایم اے قائم ہوئی تو بعض لوگوں کی طرف سے اسے "ملا ملٹری الائنس" کا نام دیا گیا لیکن نورانی صاحب کے علم میں جب اس کی یہ توجیہ لائی گئی تو آپ نے فوراً اسے "مکی مدنی الائنس" کہہ کر یاد فرمایا۔ اس اتحاد کے متعدد اجتماعات پشاور میں منعقد ہوئے اور راقم الحروف کو جلسہ عام میں اس کے تمام اکابرین کی تقریریں سننے کا موقع ملا۔ یہاں بھی نورانی صاحب کی تقریر سب سے منفرد اور جداگانہ ہوا کرتی تھی اور آپ کی ان خالصتاً سیاسی تقریروں میں بھی حب رسول ﷺ کی جھلک موجود ہوا کرتی تھی جبکہ جے یو پی اور دینی اجتماعات کے مواقع پر اہل محبت کے مجمع کے سامنے جو خطاب فرمایا کرتے تو ان سے حاضرین کی مشام جاں معطر ہو جایا کرتی اور محبت رسول ﷺ کی شمع فروزاں ہو کر ان کے قلوب کو منور کر دیا کرتی تھی۔

وسیع القلبی: حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی اہل سنت کے بریلوی مکتبہ فکر کے ممتاز رہنما اور راسخ العقیدہ شخصیت تھے لیکن تنگ نظر اور متعصب نہیں تھے بلکہ بارگاہِ الٰہی کی طرف سے آپ کو کشادہ قلب سلیم عطا ہوا تھا۔ پھر جب آپ کو اسلام کی تبلیغ کیلئے دنیا کے ہر خطے میں جانا پڑا تو ہر قوم، ہر ملک، ہر نسل، ہر رنگ اور ہر مذہب کے لوگوں سے میل جول اور ان کی تہذیب و ثقافت کا مطالعہ کرنے کے مواقع ملے جن سے نورانی صاحب کی وسیع القلبی میں بے پناہ اضافہ ہوا چنانچہ آپ نے نفرت و عداوت کی بجائے الفت و محبت کو اپنا شعار زندگی بنالیا۔

آپ اپنے مخالفین کے ساتھ بھی بڑی شفقت فرماتے چونکہ بنیادی طور پر ایک دینی جماعت کے سربراہ تھے اور علماء و مشائخ سے اکثر ملاقاتیں رہتی تھیں اس لئے سب کے قائد رہنما تھے اور ہر مکتبہ فکر کے علمائے کرام کے ساتھ وسیع القلبی کا مظاہرہ فرماتے فرقہ واریت کے سخت خلاف اور اتحاد بین المسلمین کے قائل تھے اور ہمیشہ ملت اسلامیہ کو اتفاق و اتحاد اور یکجہتی کا درس دیا کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں جب بھی علمائے کرام ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہوئے تو انہوں نے اپنی سرپرستی کیلئے آپ ہی کا انتخاب کیا۔ آپ نے بھی امامت و قیادت کا حق ادا کرتے ہوئے انہیں تسبیح کے دانوں کی طرح یکجا رکھا اور رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں بکھرنے سے بچانے کی پوری پوری کوشش کی۔

فقر و درویشی: علامہ نورانی صاحب کی فقر و درویشی کی اس سے بڑی مثال اور کیا پیش کی جاسکتی ہے کہ پوری دنیا میں اسلام کی ترویج و اشاعت کرنے والے، چھ دینی جماعتوں کے سربراہ، دو بار ممبر قومی اسمبلی اور دو بار سینیٹر منتخب ہونے کے باوجود اس فقیر منش انسان کا اپنا ذاتی گھر تک نہ تھا۔ میرٹھ (انڈیا) میں بڑی جاگیر چھوڑ کر کراچی تشریف لائے تھے۔ اگر چاہتے تو یہاں پر بھی جائیداد، دکانیں اور مکانات اپنے نام الاٹ کروا سکتے تھے۔ کیونکہ اس وقت کے تمام فوجی و سول افسران بالا کے ساتھ آپ کے والد گرامی مرتبت حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کے گہرے مراسم تھے

لیکن آپ نے فقر و درویشی کو اپنایا اور کراچی میں ایک چھوٹا سا فلیٹ کرائے پر حاصل کرلیا اور اس عظیم رہنما نے تمام زندگی اس چھوٹے سے کرائے کے مکان میں بسر فرمائی۔ حالانکہ دنیا کے کئی ممالک کے حکمرانوں کے ساتھ آپ کے دوستانہ مراسم تھے ان کے علاوہ پوری دنیا میں آپ کے امیر ترین عقیدت مندوں کا حلقہ پھیلا ہوا ہے جو آپ کے صرف ایک اشارے پر ہر ملک میں آپ کیلئے عالی شان محلات تعمیر کروا سکتے تھے لیکن قائد اہل سنت اور میر کارواں ملت اسلامیہ نے اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی سنت مطہرہ پر عمل کرتے ہوئے اپنے لئے فقر و درویشی کو پسند فرمایا اور اس مادی دور میں بھی اس سنت رسول ﷺ کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرتے ہوئے یہ سبق دیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقیقی غلام آج بھی موجود ہیں جو دنیا میں رہتے ہوئے دولت و امارت اور مادیت پرستی سے الگ تھلگ رہ کر بھرپور انداز میں معاشرتی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ عصر حاضر میں یہی لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوۂ حسنہ کے روشن مینار اور قابل تقلید رہنما ہیں۔

شگفتہ مزاجی: نورانی صاحب ایک متبحر عالم دین تھے لیکن خشک مزاج نہ تھے بلکہ شگفتہ مزاج انسان تھے۔ ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملتے ہر وقت ایک دلکش مسکراہٹ آپ کے چہرے پر کھیلتی رہتی۔ حس مزاح بھی وافر مقدار میں آپ کی شخصیت میں پائی جاتی تھی۔ حسب موقع جب دوسروں کے مزاح کا جواب دیتے تو محفل کی رونق دوبالا ہو جاتی۔ ایک مرتبہ وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار بھٹو بنگلہ دیش کے دورے پر گئے تو واپسی پر پان کا پورا ٹوکرا لائے اور حضرت علامہ نورانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بطور تحفہ پیش کیا، آپ نے اسے قبول کرلیا۔ اس پر بعض ممبران قومی اسمبلی نے پیپلز پارٹی والوں سے کہا کہ بھٹو صاحب تمہارے لیڈر ہیں لیکن تحفہ نورانی صاحب کیلئے لائے ہیں تو وہ کہنے لگے ہم تو نورانی صاحب کی طرح پان نہیں کھاتے۔ علامہ نورانی نے برجستہ جواب دیا ہم تمہاری طرح شراب بھی تو نہیں پیتے۔ یہ سن کر پورا اسمبلی ہال ہنستے ہنستے زعفران زار بن گیا۔

حق گوئی: یہ صفت تو آپ کو وراثت میں ملی تھی۔ گزشتہ اوراق میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ آپ میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ یہ سرزمین انقلاب کی حیثیت سے شہرت رکھتی ہے اس نے ہماری قومی وملی تاریخ میں جرأت و بے باکی اور مردانگی و بے خوفی کا ایک نیا باب رقم کیا اور فرنگی کے جبر واستبداد کے خلاف ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا آغاز میرٹھ چھاؤنی سے ہوا۔ میرٹھ کی یہ انقلابی اور ولولہ انگیز صفات نورانی صاحب کے خون میں موروثی طور پر چلی آرہی تھیں۔ نیز آپ سید الشہداء امام عالی مقام حضرت امام حسینؓ کے جرأت و شجاعت سے بھرپور کردار سے بھی بے حد متاثر تھے اور اسوۂ شبیری سے روشنی حاصل کرتے ہوئے ہمیشہ ظالم وجابر حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کلمۂ حق بلند کیا۔ اس ضمن میں چند تاریخی واقعات پیش خدمت ہیں۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات کے بعد اقتدار جنرل یحییٰ خان کے پاس تھا اور حالات بڑے ہی کشیدہ تھے۔ پاکستان کی علیحدگی کی باتیں ہو رہی تھیں۔ یحییٰ خان نے درپیش حالات پر بات چیت کرنے کیلئے آپ کو دعوت دی۔ جب آپ وہاں بات چیت کیلئے تشریف لے گئے تو دیکھا کہ شراب کے جام پر جام چل رہے ہیں۔ آپ نے شریعت محمدیہ ﷺ کی اس کھلے عام خلاف ورزی پر بھرپور احتجاج کیا جس پر یحییٰ خان نے شراب نوشی بند کر دی۔ پھر جب مذاکرات شروع ہوئے تو جنرل صاحب نے بعض سیاستدانوں کی شکایت کی کہ وہ مشرقی پاکستان میں قومی اسمبلی کا اجلاس بلانے کے خلاف ہیں جس پر نورانی صاحب نے انہیں فرمایا "جنرل صاحب آپ مؤذن نہیں ہیں کہ اذان دے دیں اب جس کا جی چاہے مسجد آئے اور جو نہ آئے تو مؤذن بے چارہ ان کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لے سکتا۔ آپ تو اس ملک کے فوجی سربراہ ہیں، آپ کے پاس قوت ہے اگر آپ اکثریتی جماعت کو اقتدار منتقل کرنے میں مخلص ہیں تو پھر کوئی آپ کو روک نہیں سکتا اور نہ کسی سیاسی رہنما کی یہ جرأت ہے کہ وہ آپ کے فیصلے کی خلاف ورزی کر سکے۔ پٹھانوں کے بزرگ سیاستدان خان عبدالولی خان بھی وہاں موجود تھے۔ فوجی جنرل کے سامنے آپ کی یہ جرأت و بے باکی دیکھ کر انہیں خوشگوار حیرت ہوئی جس کا بعض

مواقع پر انہوں نے ذکر کیا اور اپنی یادداشتوں میں بھی یہ بات قلم بند کی ہے۔

سقوط ڈھاکہ کے بعد پاکستان کی قومی اسمبلی میں حزب اختلاف کی قیادت کرتے ہوئے آپ نے پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو کے مقابلے میں وزیر اعظم کا انتخاب لڑا حالانکہ دوسرے سیاسی رہنما بھٹو صاحب سے مقابلہ کرنے اور ان کے سامنے آنے سے جی چراتے تھے۔ پھر قومی اسمبلی میں اور اسمبلی سے باہر آپ نے قادیانیوں کے خلاف جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ ہماری دینی اور قومی تاریخ میں زریں حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

جنرل ضیاء الحق صاحب نے جب جولائی ۱۹۷۷ء میں مارشل لاء نافذ کر کے حکومت پر قبضہ کرلیا تو اپنے اس عمل کو جائز ثابت کرنے کیلئے اسلام میں فوج کے سیاسی کردار کی اہمیت وافادیت کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے دینی وسیاسی رہنماؤں کو اپنا ہمنوا بنانے کیلئے ان سے ملاقاتیں کرتا رہا۔ چنانچہ نورانی صاحب کے ساتھ ایک ملاقات میں بھی انہی خیالات کا اظہار کیا تو آپ نے خلفائے راشدین کے دور کی مثالیں پیش کرتے ہوئے جنرل ضیاء الحق صاحب کے نقطۂ نظر کو غلط ثابت کیا اور انہیں بتایا کہ خلفائے راشدین کا دور ہمارے لئے مشعل راہ ہے اس مبارک دور میں جنگ کرنے یا نہ کرنے کی ہدایات فوج سول انتظامیہ سے لیتی رہی اور اس دور میں حضرت خالد بن ولید، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عمرو بن العاص جیسے عظیم فاتح عراق ومصر ہوئے تھے لیکن انہوں نے کبھی فوجی بغاوت نہیں کی بلکہ ہمیشہ سول حکومت کے احکامات کی پابندی کی لہٰذا اسلام میں فوج کا کوئی سیاسی کردار نہیں۔

الغرض ہر موقع پر نورانی صاحب نے کلمۂ حق بلند کیا اور اس ضمن میں کسی جابر، ظالم حاکم یا قوت کی قطعاً پرواہ نہیں کی اور تمام عمر حق وصداقت کا پرچم سربلند رکھتے ہوئے جان جانِ آفریں کے سپرد فرمائی۔ حکیم الامت علامہ اقبال ؒ نے ایسی ہی بلند مرتبہ ہستیوں کے بارے میں فرمایا ہے

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

ایک آوازِ حق جو خاموش ہوگئی

مدیر اعلیٰ

حضرت علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمۃ کی رحلت کی خبر غم اندوہ پشاور پہنچی تو دل دھک سے رہ گیا اور اپنے کانوں پر یقین نہ آیا کہ کیا واقعی اس طرح اچانک داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے سفر دارالبقا اختیار کرلیا۔ ان کے والد گرامی بھی عین حج کے موقع پر میدان عرفات میں اللھم لبیک اللھم لبیک پکارتے ہوئے اپنا دم واپسیں فرشتہ اجل کے سپرد کرگئے تھے جبکہ یہ بھی شوال کے ماہ مبارک میں جمعرات کے یوم سعید اور جمعہ کی شب راہی سفر دار آخرت ہوگئے۔

"خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را"

علامہ مرحوم طریقت، تصوف اور اہل سنت والجماعت کے ایک رہبر تھے۔ مگر اسکے ساتھ ہی بھرپور سیاسی زندگی بھی گزاری اور بھرپور عملی سیاست میں سرگرمی سے حصہ لیا مگر یہ حصہ اس طرح لیا کہ سیاست کی آلائشوں سے اپنے دامن کو پاک اور صاف رکھا ہمیشہ صاف ستھری اور شفاف سیاست کی۔

نورانی صاحب بہت حلیم الطبع، منکسر المزاج اور مرنجاں مرنج طبیعت کے مالک تھے مگر اس کے ساتھ ہی جری، نڈر، اصولوں کے پکے اور بڑے سے بڑے آمر کے سامنے ڈٹ جانے والے انسان تھے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے جامع الصفات شخصیت عطا ہوئی تھی۔ نہ صرف یہ کہ بیک وقت انگریزی، لاطینی، فرنچ، جرمن، اطالوی، عربی، فارسی، عبرانی اور اردو کے ماہر تھے بلکہ اس کے ساتھ ہی یکساں طور پر انہیں دارالعلوم دیوبند، ندوہ، دہلی، علی گڑھ یونیورسٹی، عالمی اسلامی یونیورسٹی قاہرہ کا ریسرچ فیلو ہونے کا اعزاز بھی حاصل تھا۔ انہوں نے ۱۹۷۲ء میں ورلڈ اسلامک مشن کی بنیاد مکہ مکرمہ میں رکھی۔ اس تنظیم کی خدمات پوری دنیا میں مسلمہ ہیں۔ اس تنظیم کے تحت ہر سال ہزاروں غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوتے ہیں۔ علامہ شاہ احمد نورانی "انٹرنیشنل اسلامک مشنریز گلڈ" کے صدر بھی تھے۔

راقم الحروف کے ساتھ مرحوم کے تعلقات ذاتی سطح پر تھے اسلئے جب بھی پشاور تشریف لاتے ہمارے ہاں قیام فرماتے۔ بہت خوش گفتار اور بذلہ سنج طبیعت پائی تھی انکی صحبت میں بیٹھنے والے کبھی اکتاتے نہیں پاتے تھے۔ غریب خانہ پر انکے اعزاز میں ایک دعوت جس میں مولانا یوسف قریشی سمیت

کئی مقامی علماء نے شرکت کی تھی کا اہتمام فرشی طور پر ہوا تو دیر تک کھانوں کی بہت تعریف فرماتے رہے۔ آخر میں دسترخوان سے اٹھتے فرمایا فرشی زمین پر دعوت کھا کر آج عرب کی یاد تازہ ہوگئی۔

آپ کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ چھ مختلف دینی جماعتوں جن میں شیعہ، اہل حدیث غرض سبھی مختلف فرقوں کے قائدین کو ملا کر سیاسی اتحاد قائم کیا۔ خود غیر متنازعہ مذہبی رہنما کی حیثیت سے نمایاں مقام کے حامل تھے اس لئے اس اتحاد کی سربراہی بھی ان ہی کے سپرد ہوتی۔ آج ان کی وفات کے بعد اس لئے یہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ ملک میں جو دوسرا اپوزیشن اتحاد تھا ختم ہو اتحاد و منتشر ہو کر رہ گیا۔

علامہ شاہ احمد نورانی مرحوم نے عملی سیاست کا آغاز ۱۹۷۰ء کے انتخابات سے کیا تھا جب وہ کراچی سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے ۱۹۷۳ء میں "جمعیت علماء پاکستان" کے صدر کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے بعد اپوزیشن ارکان کی تعداد بہت کم تھی، علامہ مرحوم اس اپوزیشن کے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔ اہل سیاست کو علم ہے کہ ۱۹۷۳ء کا متفقہ آئین تیار کروانے میں انہوں نے مثالی کردار ادا کیا۔ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم اس کمیٹی کی سربراہی کر رہے تھے جس نے یہ آئین بنایا۔ اگر علامہ اس کمیٹی کا حصہ نہ ہوتے تو اس ملک میں متفقہ آئین تیار کرنے اور اسے پارلیمنٹ سے پاس کروانے کا خواب شاید آج تک شرمندہ تعبیر نہ ہو سکتا۔ اس آئین کے تحت اسلامی نظریاتی کونسل کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ آئین میں ترمیم کی تجویز پیش کر سکتی ہے مگر اپنی کوئی تجویز مسلط نہیں کر سکتی۔ اس نظریاتی کونسل کو یہ اختیار دینے میں بھی مرحوم نے ایک منفرد موقف اختیار کیا تھا۔

علامہ شاہ احمد نورانی مرحوم نے ردِ قادیانیت اور ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو پارلیمنٹ سے انہیں غیر مسلم قرار دینے کی قرارداد میں مرکزی کردار ادا کیا تھا۔ ۱۹۷۷ء میں جب ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف مہم چلی تو وہ اس تحریک کے روحِ رواں تھے۔ اس دور میں "جمعیت علماء پاکستان" نے نظام مصطفیٰ کا نعرہ بلند کیا اور سات سال تک یہ نعرہ ایوان سے لے کر ملک کے چپے چپے اور گلی کوچوں میں گونجتا رہا۔ غرض آج ان کی کس کس بات کو یاد کیا جائے۔ ان کی اچانک اور بے وقت رحلت سے مذہبی حلقوں اور ملکی سیاست میں جو خلاء پیدا ہوا شاید تا دیر پُر نہ ہو سکے

جانے والے تجھے رکھے گا زمانہ یاد برسوں

(بشکریہ روزنامہ "مشرق" پشاور)

آہ! مولانا شاہ احمد نورانی

(اداریہ روزنامہ "مشرق" پشاور)

مولانا شاہ احمد نورانی کی اچانک وفات ملک اور ملک سے باہر کروڑوں لوگوں کو سوگوار کر گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ کریم انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ مولانا مرحوم کی شخصیت اس قدر قد آور تھی کہ انکے تعارف کیلئے کسی تنظیم کی عہدیداری نہ ضروری ہے اور نہ انکے قد کا تعین پیمانہ ترقی ہمسفروں نے بھی کوئی سرکاری عہدہ قبول نہیں کیا تا دم وفات۔ اپوزیشن کا ایک بڑا اتحاد مجلس عمل ایک قد آور شخصیت کی رہنمائی سے محروم ہو گیا ہے۔ انکی وفات سے پہلے اے آر ڈی۔ کہنہ مشق سیاستدان نوابزادہ نصراللہ خان کی وفات کے باعث ایک قد آور شخصیت کی قیادت سے محروم ہو چکی ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی دین و دنیا کے مسائل پر گہری نظر رکھتے تھے۔ ساٹھ برس سے زیادہ عرصے سے وہ ہر رمضان المبارک میں تراویح پڑھاتے تھے۔ ان کی سیاسی مصروفیات بھی اس معمول میں حائل نہ ہوئیں۔ گزشتہ ۳۳ برس سے وہ ملک کی سیاست میں اہم کردار ادا کر رہے تھے اور وفات کے وقت وہ دینی جماعتوں کے سیاسی اتحاد کے سربراہ تھے۔ مولانا نہ صرف متبحر عالم دین تھے بلکہ زندگی اور معاشرہ جاتی سے اپنا لاتعلقی نہیں رکھتے تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ انہیں سترہ زبانوں پر عبور حاصل تھا جن میں عربی انگریزی اور فرانسیسی بھی شامل ہیں۔

مولانا کی سحر کار شخصیت ہر مخاطب کو اپنا گرویدہ بنا لیتی تھی لیکن انہوں نے اپنی تمام تر توانائیاں اور صلاحیتیں دین متین کی خدمت کیلئے استعمال کیں۔ ان کے ہاتھ پر سینکڑوں غیر مسلموں نے بیعت کی اور اسلام قبول کیا۔ ان کی رحلت سے نہ صرف "متحدہ مجلس عمل" ایک قد آور سربراہ سے محروم ہو گئی ہے بلکہ ملک کی سیاست کا مجموعی طور پر ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی کی سیاست دینی ملک کی سیاست کی مجموعی طور پر رہنمائی کرتی تھی۔ انہوں نے جو روایات چھوڑی ہیں امید ہے کہ ان کی روشنی میں سیاستدان جمہوری سیاست کو آگے بڑھائیں گے۔ ان کی یادیں دلوں کو گرماتی رہیں گی۔ اللہ کریم ان کی مغفرت فرمائے اور ان پر فضل و مہر فرمائے۔

مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے مقاصد کے حصول کے تقاضے

(اداریہ روزنامہ "جنگ" راولپنڈی)

مولانا شاہ احمد نورانی کی رحلت سے صرف پاکستانی قوم بلکہ پوری ملت اسلامیہ ایک عظیم دینی رہنما، مبلغ اسلام اور سیاسی مدبر سے محروم ہوگئی ——— انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، ان کی خدمات کو قبول کرے اور انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ ان کے پسماندگان میں محض ان کے اہل خانہ نہیں بلکہ پوری قوم شامل ہے اور قوم کا ہر فرد ان کی جدائی پر غم زدہ ہے۔ حکمرانوں اور ہر طبقہ فکر کے سیاستدانوں اور دینی رہنماؤں نے ان کے انتقال پر شدید رنج و ملال کا اظہار کرتے ہوئے ملک و ملت کی بہتری کی خاطر ان کی کوششوں کو زبردست خراج تحسین پیش کیا ہے۔

صدر مملکت نے اپنے تعزیتی بیان میں قومی سیاست میں ان کے کردار کو زبردست الفاظ میں سراہتے ہوئے کہا کہ ان کے انتقال سے ملک ایک اہم سیاستدان، مذہبی اسکالر اور مدبر سے محروم ہو گیا اور یہ خلا آسانی سے پر نہیں ہو سکے گا۔

وزیر اعظم نے اپنے پیغام میں مرحوم کی دینی، علمی اور سیاسی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ ان کی شرافت اور معاملہ فہمی کو دیر تک یاد رکھا جائے گا۔ وزیر اعظم نے اعتراف کیا کہ مرحوم نے ملکی سیاست میں مفاہمت کیلئے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ حکمران مسلم لیگ کے صدر اور پارلیمانی لیڈر چوہدری شجاعت حسین نے ملک میں ایک سال سے جاری آئینی بحران کے حل کیلئے مرحوم کی خدمات کے حوالے سے بتایا ہے کہ وہ آخری وقت تک اس سلسلہ میں اتفاق رائے

کیلئے کوشاں تھے۔

مولانا فضل الرحمٰن، قاضی حسین احمد اور مجلس عمل میں شامل دوسری جماعتوں کے قائدین کیلئے تو ان کی جدائی بہرصورت ایک عظیم سانحہ ہے کہ انہیں اپنی جمہوری جدوجہد کے اس مرحلہ پر مولانا نورانی جیسے معاملہ فہم اور سب کو ساتھ لے کر چلنے کی اعلیٰ صلاحیت کی حامل شخصیت کی انتہائی ضرورت تھی۔ چنانچہ اس کا بھرپور اظہار ان کے بیانات سے ہو رہا ہے لیکن مولانا نورانی کی خدمات کے اعتراف میں ان کے علاوہ بھی تمام سیاسی اور مذہبی مکاتب فکر یکساں طور پر ہم زبان ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اخلاص اور دردمندی کسی کے نزدیک متنازع فیہ نہیں ہے۔

پیپلز پارٹی، مسلم لیگ، متحدہ قومی موومنٹ، تحریک انصاف، ملت پارٹی، مہاجر قومی موومنٹ اور عوامی تحریک سمیت ملک کی پوری سیاسی اور دینی قیادت نے ملک و قوم کی بہتری، اسلام کے فروغ اور جمہوری اقدار کی ترویج کیلئے مرحوم کی مخلصانہ خدمات کا بھرپور اعتراف کیا ہے۔

ملک کے عوامی حلقوں میں ان کے انتقال پر صف ماتم بچھی ہوئی ہے اور کروڑوں پاکستانیوں میں سے ہر ایک کے نزدیک یہ اس کا ذاتی غم ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے تمام سوگواران کو صبر جمیل اور ان جمہوری اور آئینی بالادستی کے اصولی مقاصد کی تکمیل کیلئے جدوجہد کی توفیق عطا فرمائے۔

مولانا نورانی بیک وقت جدید و قدیم علوم پر دسترس رکھتے تھے اور دین کے ساتھ ساتھ دور حاضر کے تقاضوں سے بھی پوری طرح باخبر متحرک عوامی لیڈر تھے۔ ملک میں اسلامی آئینی اور جمہوری اقدار کا فروغ ان کا مشن تھا اور اس کیلئے وہ پوری طرح باخبر متحرک عوامی لیڈر تھے۔

ملک میں اسلامی، آئینی اور جمہوری اقدار کا فروغ ان کا مشن تھا اور اس کیلئے وہ پوری زندگی جدوجہد کرتے رہے۔ آمریت سے انہوں نے کبھی سمجھوتہ نہیں کیا۔ مسلک، زبان اور علاقے کی بنیاد پر قومی یکجہتی کو نقصان پہنچانے کی ہر کوشش کی انہوں نے بھرپور مزاحمت کی۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں کامیابی حاصل کر کے وہ قومی اسمبلی کے رکن بنے اور اس کے بعد سے دینی امور کے ساتھ ساتھ جس میں دنیا کے ساٹھ سے زیادہ ملکوں میں اسلام کی تبلیغ کا کام بھی شامل

ہے جس کے نتیجے میں ہزاروں افراد نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

سیاسی معاملات میں بھی قوم کی بھرپور رہنمائی کرتے رہے۔ ۱۹۷۳ء کے آئین کی شکل میں ملک کیلئے متفقہ دستور کی تیاری میں ان کا کردار بہت نمایاں ہے۔ قادیانیوں کو خارج از اسلام قرار دینے اور ختم نبوت کے متعلق قانون سازی میں بھی انہوں نے بنیادی کردار ادا کیا۔

اس کے بعد تمام ادوار حکومت میں وہ جمہوریت کے فروغ و استحکام کیلئے کوشاں رہے۔ ملک سے فرقہ واریت کے خاتمہ کیلئے مولانا شاہ احمد نورانی کی قیادت میں نتیجہ خیز کوششیں ہوئی۔ ان ہی کے نتیجہ میں پہلے "ملی یکجہتی کونسل" اور پھر "متحدہ مجلس عمل" کی صورت میں متحد ہو کر گزشتہ انتخابات میں زبردست کامیابی حاصل کی۔

مرکز میں ایک بڑی پارلیمانی جماعت کی حیثیت حاصل کرنے کے علاوہ صوبہ سرحد میں دینی جماعتوں کا یہ اتحاد کسی دوسری جماعت کی شراکت کے بغیر اپنی حکومت بنانے میں کامیاب ہوا جبکہ بلوچستان میں اس نے مسلم لیگ کے ساتھ مخلوط حکومت میں شرکت کی۔ اس طرح مولانا نورانی کی قیادت میں دینی جماعتوں کے اتحاد سے اس تاثر کا بھی ازالہ ہو گیا کہ دینی قوتیں فرقہ واریت کا شکار ہیں اور ایک پلیٹ فارم پر متحد ہونے کی صلاحیت سے محروم ہیں۔

"متحدہ مجلس عمل" کی اس پارلیمانی پوزیشن نے آئین اور پارلیمنٹ کی بالادستی کی جدوجہد میں نہایت اہم کردار ادا کرنے کا موقع دیا۔ مولانا نورانی کی قیادت میں مجلس عمل نے عسکری قیادت سے جمہوری طاقتوں کے آئینی معاملات پر اختلافات کو احتجاج اور تشدد کی بجائے بات چیت اور افہام و تفہیم سے طے کرنے کی مدبرانہ راہ اختیار کی۔

ایک سال تک جاری رہنے والے مذاکرات میں بارہا نہایت صبر آزما مراحل آئے لیکن مجلس عمل نے مولانا نورانی کی سربراہی میں کام کرتے ہوئے تحمل اور بردباری کی روش اپنا کر معاملات کو تشدد کی راہ پر جانے سے دور رکھا۔

آن قدح بشکست وآن ساقی نماند

محمد شاہد ووڈ ایڈووکیٹ

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

مقرر خوش الحان ---- فصیح البیان ---- بلیغ اللسان ---- اتحاد امت کا واحد نشان ---- اہل سنت کی آن ---- حق وصداقت کا ترجمان ---- میدان سیاست کا بے مثل پہلوان ---- علم وحلم کی کان ---- رفیع الشان ---- مملکت خداداد پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کا پاسبان ---- نقیب نعمان نبیرہ ناموران ---- وطن عزیز کیلئے رب قدیر کا بے بہا ارمغان ---- خطیب اعظم ہندو پاکستان ---- آسمان تصوف کا ماہ تاباں ---- پیکر علم وعمل کا حسین شوقستان ---- مرد حق بیان ---- انعام الرحمٰن ---- اللہ جل جلالہ کا احسان ---- قاری قرآن ---- مدحت گزار صاحب قرآن (ﷺ) ---- لسان الحسان ---- ختم نبوت کا نگہبان ---- گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان ---- جس کے حق میں مردوزن رطب اللسان ---- جس کے اپنے اور پرائے سب ہی قدردان ---- گویا ہر ایک کا مان ---- جس کا گلشن حیات عالیشان ---- جس کا سفر آخرت عظیم الشان ---- جس کے غم میں رنجور پیرو جوان

جس کے نعرہ ہائے حق بلند صدائی ---- خوشبوئے اتحاد کی جلوہ نمائی ---- تاریکی سیاست میں فانوس حجازی مرد مجاہد اہل سنت حضرت علامہ مولانا حافظ قاری الشاہ احمد نورانی علیہ الرحمۃ الباری جن کی ہشت پہلو زندگی تو قلمکاروں کی نوک قلم پر سدا ہی رہی لیکن آج کی اس سنگ رنگ وبو سے شخصیت پر قلم ان کو "مرحوم" لکھنے پر ملول اور افسردہ ہے۔ وہ اس لئے کہ آپ وقت کی کڑی دھوپ میں ٹھنڈی چھاؤں کی مانند تھے۔ یا رسول اللہ (ﷺ) کا سرمدی نعرہ لگانے والوں کی خواہشات اور تمناؤں کا محور تھے اور سب سے بڑھ کر ارباب بست وکشاد کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حق موقف بیان کرنے والے مرد حق پرست تھے گویا

زندگی جن کے تصور سے جلا پاتی تھی | ہائے کیا لوگ تھے جو دام اجل میں آ گئے

بیسویں صدی عیسوی۔ کہ اس عظیم مرد درویش نے ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ بمطابق یکم اپریل ۱۹۲۶ء کو موسم بہار میں میرٹھ کے مقام پر حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی قادری میرٹھی علیہ الرحمۃ کے آنگن کو عطر بیز کیا۔ آپ کے والد موصوف کو یہ حق دو قابل فخر حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد ہی سے حاصل کی۔ فقط ۹ برس کی کمسنی میں رب کریم جل جلالہ نے اپنی آفاقی کتاب سینے میں اتار دی۔

نیشنل عربک کالج میرٹھ، الہ آباد یونیورسٹی اور مدینہ طیبہ سے اکتساب علم کیا۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد گرامی وقار کے دست گرفتہ و ماذون تھے۔ آپ کے والد عظیم مبلغ اسلام تھے جن کے دست حق پرست پر ستر ہزار افراد مشرف بہ اسلام ہوئے۔ شاید والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے جملہ محاسن و خصائص کو اپنے اندر مجتمع کرنے کی آپ نے ٹھان لی تھی کیونکہ عنفوان شباب ہی سے دینی اسلام کی تبلیغی سرگرمیوں میں عملی طور پر حصہ لینا شروع کر دیا تھا، بقول اقبال

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو | پھر پسر قابل میراث پدر کیونکر ہو

چنانچہ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں اس وقت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جب نوخیز مملکت خداداد میں فتنہ قادیانیت عروج پر تھا۔ ۱۹۵۷ء سے لے کر ۱۹۶۳ء تک افریقہ، یورپ، مشرق بعید، ایشیائی اور امریکی ممالک کے تبلیغی دورے کئے۔ اسی دوران ۱۹۶۲ء میں قطب مدینہ کے بیٹے حضرت علامہ فضل الرحمٰن مدنی علیہ الرحمۃ کی دختر فرخندہ اختر کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔

۱۹۶۸ء میں علامہ موصوف نے "اسلامک ریویو" لندن کے قادیانی ایڈیٹر سے ٹرینیڈاڈ میں ساڑھے پانچ گھنٹے کا مناظرہ کر کے اسے فرار سے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ ۱۹۷۲ء میں "ورلڈ اسلامک مشن" کی بنیاد رکھی جبکہ اس سے پیشتر ٹوبہ ٹیک سنگھ کے مقام پر حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو "جمعیت علماء پاکستان" کا بھی سربراہ منتخب کر لیا گیا۔ اول الذکر خالصتاً تبلیغی مشن تھا جبکہ مؤخر الذکر کو ملک کی عملی سیاست میں بھرپور کردار ادا کرنے کا سہرا علامہ موصوف ہی کے سر ہے۔

آپ دونوں حضرات کے تادم آخر سربراہ اور روح رواں رہے۔

۱۹۷۰ء اور ۱۹۷۷ء میں دو مرتبہ بالترتیب کراچی اور حیدرآباد سے رکن قومی اسمبلی اور ۱۹۸۵ء اور ۲۰۰۲ء میں بھی دو مرتبہ سینیٹر بھی منتخب ہوئے۔ اس لحاظ سے آپ کو ایوان بالا و ایوان زیریں دونوں کی دو دو مرتبہ رکنیت کے حصول کا اعزاز بھی حاصل ہے جو وطن عزیز کے کم ہی سیاستدانوں کے حصہ میں آیا ہے۔ سیاست کے عروج اور بام کے باوجود آپ کی طبیعت میں فقر، عاجزی اور انکسار الحمد اللہ بدرجہ اتم موجود تھی گویا آپ اقبال کے اس شعر کی مجسم تفسیر تھے کہ

قلندرانہ ادائیں، سکندرانہ جلال | یہ امتیں ہیں جہاں میں برہنہ شمشیریں

اس ملک کی پچپن سالہ تاریخ کا ایک افسوسناک مشاہدہ یہ بھی ہے کہ یہاں اکثر سیاستدانوں نے خواہ وہ برسر اقتدار رہے یا غیر برسر اقتدار رہے اپنی شکم پروری کا خوب سامان کیا بلکہ سیاستدان تو سیاستدان ان کے کارکن وزعماء اور مرد میدان، نعرے لگانے والوں نے بھی اس گنگا میں ہاتھ دھوئے۔ کئی سنہری مواقع "ضائع نہ ہونے دیئے"۔ اس عالم ہوس پرستی میں حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ کے صفحے پر جبل استقامت کے طور پر دکھائی دیتے ہیں جنہوں نے اپنی تمام زندگی کے ایام کرائے کے ایک کمرہ میں حقیقت میں گزار دیئے۔

آپ نے اپنے قول و فعل سے ثابت کیا کہ انسان قناعت پسندی اور خودداری کی شاہراہ پر گامزن ہو کر مملکتوں پر نہیں بلکہ دلوں پر حکمرانی کر سکتا ہے۔ قرآن اور صاحب قرآن ﷺ سے عمر بھر وابستگی کا یہ حال تھا کہ ۱۵ برس تک عاشقان نے آپ کی اقتداء میں رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں نماز تراویح ادا کی۔ متحدہ مجلس عمل ۲۰۰۲ء کے عام انتخابات میں کافی حد تک کامیابی حاصل کرنے کے بعد مرکز، صوبہ سرحد اور بلوچستان میں حکومتیں بنانے کے چکر میں جس وقت مگن تھی عین اسی عالم میں رمضان المبارک کا مہینہ جب شروع ہوا تو اتحاد کا اجلاس منعقد ہوتے ہوئے بھی علامہ نورانی نے اس مقدس مہینے کے احترام کو اقتدار کی رسہ کشی پر ترجیح دی۔

اس سے بڑھ کر عظمت کردار کیا ہو سکتی ہے۔ یا نبی حضور پر نور ﷺ کا فرمان عالیشان

علماء مثل انبیاء بنی اسرائیل ایسے ہی علماء حق سے متعلق ہے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ پشاور میں "متحدہ مجلس عمل" کے زیر اہتمام منعقدہ ایک جلسہ عام سے خطاب کرنے کے بعد آپ مدیر اعلیٰ "الحسن" کے دولت کدے پر حسب معمول تشریف لائے۔ حضرت سید نورالحسنین قادری گیلانی المعروف سلطان آغا صاحب جو کہ جلسہ مذکورہ میں ان کے ہمراہ موجود تھے نے آپ سے استفسار کیا کہ آپ نے دیگر اکابرین اتحاد کی طرح جنرل پرویز مشرف کو برا بھلا کیوں نہ کہا؟ جواباً علامہ نورانی نے فرمایا کہ وہ لوگ جنرل صاحب کو بار بار لعنتی کہہ رہے تھے۔ اس کے بعد علامہ موصوف نے ایک حدیث مبارکہ عربی متن کے ساتھ سنائی جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی کو لعنتی کہا جائے اور رب تعالیٰ کی نظر میں وہ شخص لعنت کا مستحق نہ ہو تو لعنت بھیجنے والے پر لوٹتی ہے۔

حدیث شریف آپ کا زمانہ طالب علمی ہی سے مرغوب مضمون تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے مواعظ حسنہ احادیث نبوی سے مزین ہوتے۔ ایک درجن سے زائد زبانوں کے عالم تھے جو زبان بھی بولتے اہل زبان کی مانند بولتے۔ انہی خداداد صلاحیتوں کی بناء پر تمام سیاسی زندگی میں نجدیوں اور دیوبندیوں کے بھی امام رہے۔ گویا جن مسلمہ عقائد کی مذکورہ طبقات ہمیشہ سے نفی کرتے آئے نورانی صاحب کی سیادت و امامت قبول کر کے انہوں نے ان حقیقی سنی نظریات کو بالواسطہ قبول کر ہی لیا۔ اسی وجہ سے آپ کو "قائد ملت اسلامیہ" کہا اور مانا جاتا ہے۔

بروز ۱۸ مارچ ۲۰۰۳ء کو مدیر اعلیٰ "الحسن" کے ہاں آستانہ عالیہ آغا پیر جان پشاور پر "جمعیت علماء پاکستان" کے زیر اہتمام ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔ راقم سمیت جملہ حاضرین و سامعین کا خیال تھا کہ نورانی صاحب رحہ جو کہ مہمان خصوصی تھے سیاسی گفتگو فرمائیں گے۔ چونکہ محرم الحرام کے ایام تھے تو نورانی صاحب علیہ الرحمت نے بجائے سیاسی تقریر کے "ذبح عظیم" کے موضوع پر اپنے عالمانہ اور خطیبانہ طرز سے جملہ حاضرین کو مسحور کیا۔ خطاب فرمانے کے بعد بیٹھے نہیں بلکہ اختتام عربی اور اردو زبانوں میں درود و سلام کے خوبصورت اشعار سے فرمایا۔ خدا گواہ ہے کہ عشق و مستی کے دریا میں غوطہ زن ہو کر ایک ایک شعر ادا فرما رہے تھے۔ دل کی دھڑکنوں سے دعا نکل کر باعث تخلیق

کائنات ﷺ کی غلامی کا طوق رکھنے والی ایسی عظیم قیادت اگر اس ملک کو نصیب ہو جاتی تو ملک کا سفینہ یقیناً ہمکنار ساحل ہوتا لیکن رب کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

بہت کچھ کرنے والے نورانی صاحب کو ابھی "سنی" سنیوں کیلئے اور بھی بہت کچھ کرنا تھا۔ انتہائی افسوسناک بات تو یہ ہے کہ کچھ عرصہ قبل روزنامہ "جنگ" کیلئے اپنے ایک مفصل انٹرویو میں ایک بات واضح کر چکے تھے کہ ان کے بعد جمعیت علماء پاکستان کی سیکنڈ لائن لیڈرشپ ہے ہی نہیں۔ ساتھ ہی انہوں نے ایک چھوٹے سے جملہ میں ایک بہت بڑی بات فرما کر دراصل سنیوں کے حالات کا اظہار کیا تھا "بڑی بڑی صلاحیتوں کے ساتھی بغیر قیادت کے صحراؤں میں بھٹک رہے ہیں"۔

فی الحقیقت یہی ہوا ہے کہ آج دیگر کئی ایک سیاسی جماعتوں کی طرح جے یو پی کے بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر علامہ صاحب کی اس جماعت کے دوسرے حصوں، جماعت اہلسنت، مرکزی جماعت اہلسنت، عالمی تنظیم اہلسنت اور پتہ نہیں کن کن دلکش ناموں سے منتشر نظر آرہے ہیں۔

محراب و منبر اور مسجد و مصلیٰ کہ اس حقیقی امین کی روشن آنکھوں کو اقتدار کی مصنوعی چمک کبھی بھی ماند یا خیرہ نہ کر سکی۔ اس بات کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اپنی مصروف ترین زندگی میں صوم و صلوٰۃ سے کبھی بھی غافل نہ رہے۔ وصال سے چار روز پیشتر ۷ دسمبر ۲۰۰۳ء کو جید علمائے اہل سنت کی موجودگی میں پیر طریقت رہبر شریعت سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی (سرپرست اعلیٰ ماہنامہ "کاروانِ قمر" کراچی) کی دختر نیک اختر کا نکاح پڑھایا۔ یہ حضرت کی آخری نکاح خوانی تھی۔ ٹھیک چار روز بعد علم و عمل کی دنیا کا یہ روشن و منور چراغ ۷۶ برس کی نور افشانی کرنے کے بعد ہمیشہ کیلئے گل ہو گیا۔ آپ کی عظیم الشان نماز جنازہ آپ کی سعادت مندی اور برگزیدگی کا اعلان ہر موافق ہر ایک پر واضح کر دی۔ انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر میں ہر طرف نظر۔ کہ لوگوں کی موجودگی آپ کی سیادت و قیادت پر گواہ ہے۔ ہم ان کے حضور کیا پیش کر سکتے ہیں بجز ان دعائیہ الفاظ کے کہ

الٰہی ان کی تربت خلد زار نور ہو جائے
حریم شہر خاموشاں حریم طور ہو جائے

باتیں ان کی یاد رہیں گی

گل محمد فیضی

مولانا شاہ احمد نورانی کو میں نے پہلی بار ۱۹۷۱ء میں دیکھا۔ وہ "جمعیت علماء پاکستان" کی پارلیمانی پارٹی کے اجلاس میں شرکت کیلئے سرگودھا تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس وقت "جمعیت علماء پاکستان" کے صدر شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ انہی کی قیادت میں جمعیت نے عام انتخابات میں حصہ لیا اور قومی اسمبلی کی سات نشستیں حاصل کیں۔ ان میں سے تین جھنگ سے، تین کراچی سے اور ایک مظفر گڑھ سے تھی۔ اس اجلاس میں جمعیت کے دستور پر نظر ثانی اور آئندہ کا سیاسی لائحہ عمل طے کرنا تھا۔ مولانا نورانی زیادہ تر خاموش ہی رہے تاہم وہ پان مسلسل کھاتے رہے۔ دستور کے بارے میں زیادہ گفتگو ظہور الحسن بھوپالی شہید اور دیگر احباب کرتے رہے۔

میں نے ۱۹۷۲ء میں کراچی میں ظہور الحسن بھوپالی مرحوم کے ساتھ ہفت روزہ "افق" میں کام شروع کیا تو مولانا نورانی کی قربت حاصل رہی۔ بعد ازاں "نوائے وقت" کراچی (۱۹۷۶ء) سے وابستہ ہوا تو وقتاً فوقتاً ان سے بات چیت اور انٹرویوز کا موقع ملتا رہا۔ مولانا شاہ احمد نورانی ایک بلند پایہ مقرر، صاحب بصیرت سیاسی رہنما اور ممتاز عالم دین تھے۔ ان کی سیاست پر بڑی گہری نظر تھی، ملکی اور عالمی حالات سے باخبر رہتے۔ عربی، فارسی، انگریزی، اردو، سواحلی کے علاوہ وہ متعدد زبانیں روانی سے بولتے تھے۔ ۱۹۷۷ء کی قومی اسمبلی میں انہوں نے جب شستہ انگریزی میں اپنی تقریر کی تو بیشتر لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی تھی، جو لوگ قومی اسمبلی کی کارروائی میں دلچسپی لیتے رہے ہیں وہ مولانا کی حاضر جوابی سے خوب واقف ہیں۔ ان کی اسی ادا سے ان کے مخالفین بھی محظوظ ہوتے تھے۔

مولانا نورانی کا خاندان تحریک پاکستان میں پیش پیش تھا۔ ان کے والد مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی کو قائد اعظم نے تحریک پاکستان کا پیغام بیرون ملک پہنچانے کیلئے مختلف ممالک کے دورے پر بھیجا۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا نورانی کو پاکستان سے بے پناہ محبت تھی اور وہ ساری زندگی یہاں نظام

مصطفیٰ ۱۹۷۷ء کے تحفظ کیلئے سرگرم عمل رہے۔ ایک مرتبہ (ہم) جماعت اسلامی کے رہنما پروفیسر غفور سے انٹرویو کیلئے گئے۔ وہاں سے فارغ ہو کر مولانا نورانی کے ہاں چلے گئے۔ پروفیسر صاحب نے ازراہ تفنن کہا میرے ہاں سے جلیبی کھائی ہے مولانا کے ہاں سے میرٹھ کا گڑ کھانا۔ ہم نے جا کر مولانا سے عرض کیا تو کہنے لگے آپ میرٹھ۔ گڑ کو بھول جائیں اب تو پاکستان۔ کراچی کی بات کریں۔

کراچی میں مولانا نورانی کی صحافیوں کے اعزاز میں افطار پارٹی ایک یادگار تقریب ہوتی تھی۔ جن اخبار نویسوں کو اس میں مدعو کیا جاتا وہ ساری مصروفیات چھوڑ کر آتے۔ مولانا خود کھانا لاتے ہر ایک کو پیش کرتے۔ اخبار نویس مختلف سوال کرتے مگر مولانا ٹال دیتے اور فرماتے یہ صرف افطاری ہے اس کی خبر کی ضرورت نہیں۔ بہر حال گپ شپ میں خبر تو بن ہی جاتی۔

مولانا کراچی میں ہوتے تو عصر کے بعد عام ملاقات کرتے۔ اس دوران میز چائے خود بنا کر ہر آنے والے کو پیش کرتے۔ ان کو سنتے اور اپنی سناتے۔ ہر آنے والے کے ساتھ بڑی محبت سے ملتے جس سے نہ ملنا ہوتا اسے صاف کہہ دیتے۔ مولانا نورانی مصلحت پسند اور رنگی لپٹی والے انسان نہیں تھے۔ ہر بات کھل کر اور واضح طور پر بیان کرتے۔ حق گوئی اور بے باکی مولانا شاہ احمد نورانی کا خاصا تھا۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے سلسلے میں ایک بار اس وقت کے فوجی حکمران یحییٰ خان سے ان کی ملاقات تھی۔ وہ ملاقات کیلئے گئے تو یحییٰ خان نے شراب سامنے رکھی ہوئی تھی۔ مولانا جاتے ہی اس پر برس پڑے اور فرمایا یہ شراب ہٹاؤ ورنہ کوئی بات چیت نہیں ہوگی جس پر یحییٰ خان نے شراب ہٹا دی۔

مولانا شاہ احمد نورانی کے چند ساتھی جن میں محمد حنیف طیب، ظہور الحسن بھوپالی اور دوسرے شامل تھے انہیں چھوڑ گئے۔ جب اخبار نویس ان سے اس بارے میں دریافت کرتے تو وہ کہتے "ہم اسلام کے نفاذ کیلئے ایک ٹرین پر سوار ہوئے تھے مگر کچھ دوست سفر کی تکالیف برداشت نہ کر سکے اور جب اسلام کی بجائے اسلام آباد کا سٹیشن آیا تو وہ ہمیں چھوڑ کر اتر گئے۔ تاہم ہم اپنے سفر پر رواں دواں ہیں"۔

جنرل محمد ضیاء الحق کے خلاف بھی مولانا نورانی کا رویہ ہمیشہ سخت رہا۔ جب ۱۹۸۶ء میں بھارت

نے سیاچن کے ایک حصہ پر قبضہ کیا تو مولانا نے اسے سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔ وہ کہتے تھے کہ یہ کیسا جرنیل ہے جس کے ملک کے ایک حصے پر بھارت نے قبضہ کر لیا ہے اور اسے خبر ہی نہیں ہوئی۔ اب کہتا ہے کہ وہاں تو گھاس اگتی ہے نہ تیل نکلتا ہے۔ وہ کہتے ضیاء الحق ارجنٹائن جیسے ملک سے سبق حاصل کرے جس نے اپنے ملک کی خودمختاری بحال کرنے کیلئے آئرلینڈ پر حملے سے بھی گریز نہیں کیا۔

۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ کے دوران مولانا شاہ احمد نورانی کو ضلع جیکب آباد کی گرم ترین جیل گڑھی خیرو میں رکھا گیا۔ اخبارات میں خبریں شائع ہوئیں کہ گرمی کے باعث مولانا کی صحت بگڑ رہی ہے تو ان کی والدہ مرحومہ نے انہیں نصیحت کی کہ وہ آزمائش کی اس گھڑی میں ثابت قدم رہیں جس پر مولانا نورانی نے کہہ بھیجا کہ دعا کریں، میں نظام مصطفیٰ کیلئے جان قربان کر دوں گا مگر "سرنڈر" نہیں کروں گا۔

ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے کزن ممتاز علی بھٹو کو "بھٹو کے لیڈ کزن" کا نام بھی مولانا نورانی نے دیا تھا جو بعد میں ان کی پہچان بن گیا۔ ذوالفقار علی بھٹو نے وزیراعظم کے طور پر بنگلہ دیش کا دورہ کیا تو واپسی پر وہ مولانا شاہ احمد نورانی کیلئے پان کا تحفہ لائے۔ بھٹو کا یہ تحفہ مولانا نے شکریے کے ساتھ قبول کر لیا۔ اس پر پیپلز پارٹی کے بعض رہنماؤں نے بعد میں مولانا پر طنز کیا کہ ہم مولانا کی طرح پان نہیں کھاتے تو مولانا نے برجستہ جواب دیا میں بھی آپ کی طرح شراب نہیں پیتا۔

مولانا نورانی ایک بلند پایہ شخصیت تھے۔ وہ سیاست کے اسرار و رموز سے پوری طرح آگاہ تھے۔ ان کا ہر طبقہ فکر میں احترام کیا جاتا تھا۔ انہوں نے مختلف طبقات میں اتحاد کیلئے بھرپور کام کیا۔ "ملی یکجہتی کونسل" بنی تو اس کے سربراہ منتخب ہوئے اور جب "متحدہ مجلس عمل" کا قیام عمل میں آیا تو اس کے پہلے سربراہ بھی وہی تھے۔ وہ اتحاد و اتفاق کے داعی تھے۔ اس دور میں وہ اتحاد کا نشان تھے۔ نظریں انہی کی جانب اٹھتی تھیں۔ اور اب تو یہ حال ہے

ساز خاموش، نغمہ چپ، بالیں اداس   اک ترے جانے سے کیا کیا ہو گیا

بشکریہ روزنامہ "خبریں" پشاور

موت العالم موت العالم

سرفراز سید

مولانا شاہ احمد نورانی کی اچانک موت سے ملک کی سیاست میں اچانک سناٹا چھا گیا ہے۔ وہ کوئی عام شخصیت نہیں تھے، بہت بڑے عالم دین، بہت مدبر سیاستدان اور تحمل، بردباری، رواداری اور یگانگت و اخوت کے عظیم علمبردار۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ایک عالم دین کی موت کل عالم کی موت ہوتی ہے۔ وہ حقیقی معنوں میں عالم دین تھے۔ بارہ سے زائد زبانوں کے ماہر، خوش الحان، خوش کلام، سادہ منش، درویش صفت انسان۔ مجھے طویل صحافتی زندگی میں بہت سے معروف علماء، سیاستدانوں اور دانشوروں کو نزدیک سے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ طویل رفاقتیں اور محبتیں بھی رہی ہیں، کچھ لوگوں نے مایوس، کچھ نے کسی حد تک متاثر بھی کیا مگر بہت کم لوگ ایسے تھے جنہوں نے واقعی متاثر کیا۔ ان میں مولانا شاہ احمد نورانی کا نام نمایاں ہے۔

میری ان کے ساتھ کوئی اتنی زیادہ ملاقاتیں نہیں رہیں۔ ایک اخبار نویس کی حیثیت سے متعدد بار ملنے کا اتفاق ہوا۔ ان کی شخصیت کے بہت سے پہلو سامنے آئے۔ نہایت سادہ طبیعت، دنیاوی جاہ و حشمت سے بے نیاز، کراچی میں عمر بھر ایک چھوٹے سے فلیٹ میں مقیم رہے۔ خود ٹوکری پکڑ کر بازار سے سبزی اور سودا سلف لاتے۔ انہیں منفرد اعزاز حاصل تھا کہ ان کی شادی مدینہ منورہ میں ہوئی۔ ان کے والد بزرگوار اور سسر دونوں مدینہ منورہ کے جنت البقیع قبرستان میں مدفون ہیں۔ وہ صحیح معنوں میں عاشق رسول ﷺ تھے۔ مذہب اور سیاست میں انہوں نے شائستگی اور رواداری کے اصولوں اور روایات کو حسین انداز میں فروغ دیا۔ اس سے ان کی ذات اور شخصیت ہمیشہ غیر متنازعہ رہی، یہی وجہ ہے کہ ایم ایم اے کی قیادت سے پہلے بھی اکثر اوقات ملک میں شروع ہونے والی جمہوری تحریکوں میں انہیں ہمیشہ نمایاں مقام دیا جاتا رہا۔

مولانا کی انسان دوستی کی ایک چھوٹی سی مثال یہ ہے کہ وہ لاہور میں اپنی پارٹی "جمعیت علماء

پاکستان" کے مرکزی رہنما پیر اعجاز ہاشمی کے گھر پر مقیم تھے۔ ہم کچھ صحافی بھی وہاں موجود تھے، کھانے کا وقت ہو گیا۔ کھانا لگنے لگا تو مولانا نے میزبان سے کہا کہ پہلے مکان سے باہر ڈیوٹی دینے والے خفیہ پولیس کے اہلکاروں کو کھانا کھلوایا جائے وہ بہت دیر سے باہر ڈیوٹی دے رہے ہیں مان کی ڈیوٹی اپنی جگہ مگر وہ ہمارے مہمان ہیں۔ یہ ایک چھوٹی سی مثال ہے۔ جو شخص بارہ سے زیادہ زبانیں جانتا ہو، دنیا بھر کے ممالک میں لیکچر دے چکا ہو، تبلیغ کر چکا ہو، اس کے ذہن اور سوچ میں کشادگی ناگزیر ہو جاتی ہے۔

عالم دین کسی بھی فرقہ کا ہو میرے لئے قابل احترام ہے مگر یہ کہ وہ حقیقی طور پر عالم دین ہو، حب کا علمبردار ہو، اخوت اور یگانگت کو فروغ دینے کی بات کرتا ہو، ذاتی زندگی میں درویش اور علم و دانش کی دنیا میں مینارہ نور دکھائی دے۔ میں نورانی صاحب کا مرید یا عام معروف معنوں میں پیروکار نہیں ہوں مگر ایک وضعدار انسان کے چلے جانے پر اس کی خوبیوں کا اعتراف کرنا چاہئے۔ مولانا نے عمر بھر مجاہدانہ زندگی گزاری، بہت سے ممالک میں تبلیغی مراکز قائم کئے، ہزاروں لیکچر دیئے۔ ان کی بہت سی تصنیفات سامنے آئیں۔ بلاشبہ انہیں بین الاقوامی سطح پر بے حد قدر و منزلت حاصل تھی۔ وہ چاہتے تو بعض دوسرے مذہبی رہنماؤں کی طرح اپنے لاکھوں عقیدت مندوں کے ذریعے مختلف پراجیکٹس کے نام پر کروڑوں روپے جمع کر سکتے تھے۔ اپنے لئے بڑی بڑی گاڑیاں خرید سکتے تھے، محل نما عمارتیں تعمیر کر سکتے تھے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا اور کراچی میں ایک نہایت مختصر سے فلیٹ میں ایک عام معمولی شہری کی طرح رہے۔ اس طرح درویشانہ زندگی گزار دی کہ ان کے دامن پر کسی قسم کی کسی آلائش کا کوئی تذکرہ سامنے نہیں آیا۔ ایک بے داغ، باعزت، صاف ستھری دیانتدارانہ زندگی بسر کی۔ متعدد ممالک کے حکمرانوں اور دوسرے رہنماؤں کی دعوت پر ان ممالک کے طویل دورے کئے مگر طبیعت میں کبھی تکبر یا غرور کا شائبہ بھی پیدا نہ ہوا۔

مولانا کی شخصیت کا ایک اہم پہلو یہ بھی تھا کہ جمہوریت کے حامی رہے اور اس کے حصول، فروغ اور استحکام کیلئے مسلسل کوشاں رہے۔ ان کی جمہوری کاوشوں کا تذکرہ بہت طویل ہے۔ ایک مختصر کالم میں ان کا احاطہ ممکن نہیں۔ ان کی شخصیت کے جاندار اور مثالی پہلوؤں کے (باقی صفحہ آخر پر)

تعزیتی بیانات

شاہ احمد نورانی ایماندار اور نڈر رہنما تھے: ولی خان

عوامی نیشنل پارٹی کے رہبر تحریک اور بزرگ سیاستدان خان عبدالولی خان اور اے این پی کی صوبائی صدر بیگم نسیم ولی خان نے "جمعیت علمائے پاکستان" کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی کی وفات پر گہرے صدمے اور دلی دکھ کا اظہار کیا ہے۔

صوبائی سیکرٹری اطلاعات میاں افتخار حسین کے مطابق خان عبدالولی خان نے کہا ہے کہ وہ جب قومی اسمبلی میں اپوزیشن لیڈر تھے تو مولانا شاہ احمد نورانی ان کے ساتھ سیکرٹری کے فرائض انجام دیا کرتے تھے۔ وہ نہایت ایماندار کھرے بے باک نڈر اور بے باک رہنما تھے اور کام کو جانفشانی سے سرانجام دیا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا صاحب کی جمہوریت کیلئے دی ہوئی قربانیاں ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ وہ اپنی سیاسی بصیرت اور فراست کے باعث جمہوریت پسند حلقوں میں بھی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ وہ اعلیٰ پائے کے سیاستدان اور مذہبی رہنما کے ساتھ ساتھ ایک اچھے پارلیمنٹیرین بھی تھے۔ ان کی موت سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کی کمی کو ہمیشہ محسوس کیا جائے گا۔

پارٹی کی صوبائی صدر بیگم نسیم ولی خان نے کہا کہ مولانا صاحب مثبت سوچ کے حامل جمہوریت پسند مذہبی رہنما تھے۔ انہوں نے کہا کہ پی این اے کی قومی تحریک کے دوران ان کی صلاحیتوں کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تو پتہ چلا کہ وہ دوسروں کے برعکس انتہائی حقیقت پسند اور اعتدال پرست رہنما ہیں۔ انہوں نے کہا کہ موصوف کئی خاصیتوں کے حامل تھے اور شاید ان کی خوبیوں کا نتیجہ ہے کہ ان کی موت سے ہر مکتبہ فکر کے لوگوں کو صدمہ پہنچا ہے۔

خان عبدالولی خان اور بیگم نسیم ولی خان نے اپنے مشترکہ تعزیتی بیان میں مرحوم کے اہل خانہ لواحقین اور ساتھیوں سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مولانا صاحب کو اللہ تعالیٰ اپنی جوار رحمت کی جگہ دیں اور مرحوم کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (بشکریہ روزنامہ "مشرق" پشاور)

مولانا نورانی کی وفات عظیم قومی نقصان ہے: شیر پاؤ

وفاقی وزیر پانی و بجلی آفتاب احمد خان شیر پاؤ نے متحدہ مجلس عمل کے صدر اور ممتاز عالم دین مولانا شاہ احمد نورانی کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ اپنے بیان میں انہوں نے کہا کہ ان کی وفات ایک عظیم قومی نقصان ہے۔ انہوں نے مولانا نورانی کی اسلام اور جمہوریت کیلئے خدمات پر انہیں زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ مرحوم نے اسلام کے رہنما اصولوں کے فروغ اور جمہوری اقدار کی ترویج کیلئے بھرپور کردار ادا کیا۔

انہوں نے کہا کہ ان کی وفات سے قوم ایک عظیم سیاستدان سے محروم ہو گئی اور ان کی موت سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ مشکل سے پر ہو گا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دیں اور پسماندگان کو صبر جمیل دیں۔ (بشکریہ روزنامہ "مشرق" پشاور)

مولانا نورانی کی دینی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا: نواز شریف

پاکستان مسلم لیگ (ن) کے قائد محمد نواز شریف اور صدر محمد شہباز شریف نے "جمعیت علماء پاکستان" کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی کی وفات پر گہرے صدمے کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے مسلم لیگ (ن) سیکرٹریٹ سے جاری ہونے والے ایک مشترکہ پیغام تعزیت میں کہا ہے کہ مولانا نورانی کی وفات ایک قومی نقصان ہے جس کے باعث نہ صرف پاکستان کے دینی حلقے ایک ممتاز عالم سے محروم ہو گئے ہیں بلکہ قومی سیاست میں بھی ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جس کا پر ہونا دشوار ہے۔

انہوں نے کہا کہ مولانا نورانی مرحوم کی دینی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا جن کی بدولت اندرون اور بیرون ملک متعدد افراد کو مشرف با اسلام ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

علاوہ ازیں پاکستان کو نظریاتی طور پر اسلامی اقدار کے فروغ اور پاکستان کو صحیح معنوں میں ایک اسلامی فلاحی مملکت کی منزل تک لے جانے کی غرض سے ان کی سیاسی جدوجہد موجودہ اور آنے والی نسلوں کیلئے مشعل راہ ثابت ہو گی۔ مسلم لیگی رہنماؤں نے کہا کہ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا

نورانی مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان اور معتقدین کو یہ عظیم صدمہ برداشت کرنے کی ہمت اور حوصلہ عطا فرمائے ——— آمین۔

پاکستان مسلم لیگ (ن) کے چیئرمین راجہ محمد ظفر الحق، قائم مقام پارلیمانی لیڈر چوہدری نثار علی خان، سیکرٹری جنرل سرانجام زمیندار اور مرکزی سیکرٹری اطلاعات محمد صدیق الفاروق نے بھی اپنے مشترکہ تعزیتی پیغام میں مولانا نورانی کی وفات پر گہرے افسوس کا اظہار کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی ہے کہ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے اہل خانہ اور دیگر عزیز و اقارب کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق دے۔ (بشکریہ روزنامہ "جنگ" راولپنڈی)

(نورانی صاحب کا) مشن جاری رکھیں گے: قاضی حسین احمد

امیر جماعت اسلامی و نائب صدر "متحدہ مجلس عمل پاکستان" قاضی حسین احمد نے کہا ہے کہ مولانا شاہ احمد نورانی نے "متحدہ مجلس عمل" کے صدر کی حیثیت سے امت مسلمہ کو جو متحدہ پلیٹ فارم عطا کیا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مقبول عمل ہے۔ یہ صدیوں بعد کسی کو توفیق ہوئی کہ وہ مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے گرد جمع کر سکے۔ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کی وفات پر اپنے تعزیتی بیان میں انہوں نے کہا کہ وہ ہم سب کیلئے مرکز محبت تھے اور رہنمائی کا ذریعہ تھے ان کی وفات سے ایک بہت بڑا خلاء ہو گیا ہے لیکن ہمیں امید ہے کہ انہوں نے تمام لوگوں کے درمیان جو رشتہ اخوت پیدا کیا وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے قائم رہے گا۔

ہم ان شاء اللہ اکٹھے اور متحد رہیں گے۔ ہمارا اتحاد اور مل جل کر اللہ کے دین کی خدمت کیلئے کام کرنا شاہ احمد نورانی مرحوم کیلئے صدقہ جاریہ ہوگا ان کیلئے بہترین خراج عقیدت یہی ہے کہ ہم متحد رہیں ہم ان شاء اللہ العزیز ان کے مشن کو جاری رکھیں گے۔

قاضی حسین احمد نے کہا کہ شاہ احمد نورانی مرحوم نے اپنی صدارت میں ہونے والے آخری اجلاس میں جو پُرعزم جہد و جہد کا پروگرام بنایا تھا ہم ان شاء اللہ اس عزم کے ساتھ اس پروگرام کو جاری رکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی حاکمیت قرآن و سنت کی بالادستی، ملک میں آمریت کا خاتمہ، پارلیمنٹ اور دستور کی بحالی ان کی جدوجہد کے مقاصد تھے۔ "متحدہ مجلس عمل" ان مقاصد کے حصول کیلئے پرعزم جدوجہد جاری رکھے گی۔ اس موقع پر ہم سب صدمہ میں ہیں لیکن ہم اسے ایک عظیم قوت میں تبدیل کردیں گے تاکہ ان کے مشن کو جاری رکھ سکیں۔

ان کے صاحبزادے سے فون پر میری بات ہوئی، وہ اپنے والد کی اچانک موت کے باوجود بلند ہمت اور بلند حوصلے سے تھے۔ قاضی حسین احمد نے کہا کہ ۱۰ دسمبر کو ملتان میں مرکزی "متحدہ مجلس عمل" کے اجلاس کا فیصلہ مولانا شاہ احمد نورانی مرحوم نے خود کیا تھا۔ یہ اجلاس پروگرام کے مطابق ہوگا تاریخ اور مقام وہی رہے گا اس کے ساتھ ساتھ ہم اپنے رابطہ عوام پروگرام کو جاری رکھیں گے۔ ہم نے حکومت کو جو ڈیڈ لائن دی ہے وہ برقرار ہے۔ حکومت اگر ۱۰ دسمبر سے پہلے آئینی ترمیمی بل پارلیمنٹ میں نہ لائی تو "پرویز مشرف ہٹاؤ" تحریک شروع ہو جائے گی۔

قاضی حسین احمد نے کہا کہ بیماری اور بڑھاپے کے باوجود مولانا شاہ احمد نورانی آخری وقت تک پرعزم رہے اور اللہ کے دین کے غلبہ کیلئے جدوجہد میں مصروف رہے اور میدان عمل میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ ان کی مجاہدانہ زندگی ہم سب کیلئے مثال ہے۔ ہم ان کے خاندان سے ان کے حلقہ ارادت اور عقیدتمندوں کے ساتھ ان کی وفات کے صدمہ میں شریک ہیں اور میں ذاتی طور پر اپنے ایک بزرگ رہنما اور گہرے مخلص دوست سے محروم ہو گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کو اپنے مقرب بندوں اور انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے زمرے میں شامل کرے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا کے ساتھ گزرے ہوئے شب و روز کا ایک ایک لمحہ میرے دل پر نقش ہے، وہ عبادت گزار اور اللہ والے تھے۔ انہوں نے اس سال بھی بیماری اور بڑھاپے کے باوجود نماز تراویح میں قرآن پاک سنایا۔ انہوں نے اپنے قرآن سنانے کا وظیفہ ۶۳ سال سے جاری رکھا تھا اور اللہ ان حسنات کو قبول فرمائیں اور ان کی مغفرت فرمائے۔

(بشکریہ روزنامہ "نوائے وقت" راولپنڈی، اسلام آباد)

مجلس عمل کی کمر ٹوٹ گئی: فضل الرحمن

"متحدہ مجلس عمل" کے سیکرٹری جنرل مولانا فضل الرحمن نے کہا ہے کہ علامہ شاہ احمد نورانی کی رحلت پوری قوم، ملک اور امت مسلمہ کا بڑا نقصان ہے۔ ان کی رحلت نے "متحدہ مجلس عمل" کی کمر توڑ دی ہے۔ جمعرات کو ایک خصوصی بات چیت میں انہوں نے کہا کہ علامہ شاہ احمد نورانی کے اچانک انتقال سے قوم و ملک کو عظیم نقصان اور صدمہ پہنچا ہے۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حالات کے تناظر میں امت مسلمہ اور پوری قوم کو ان کی رہنمائی کی بڑی ضرورت تھی۔ انہوں نے کہا کہ مولانا شاہ احمد نورانی نے قوم کو مشکل سے نکالنے کیلئے تمام زندگی اپنی کوششیں اور جدوجہد جاری رکھیں۔

ان کی وفات سے پوری قوم رنج و غم میں مبتلا ہے۔ ایک سوال پر انہوں نے کہا کہ "متحدہ مجلس عمل" کے سیاسی و دیگر معاملات اس وقت انتہائی نازک موڑ پر پہنچ چکے تھے لیکن ان کی اچانک وفات سے سیاسی عمل کو شدید دھچکا پہنچا ہے۔ خدا پوری قوم، امت مسلمہ اور ان کے اہل خانہ کو اس گہرے صدمے کو برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور "متحدہ مجلس عمل" کو سنبھلنے کی ہمت دے۔ مولانا فضل الرحمن نے کہا کہ مولانا شاہ احمد نورانی کی ساری زندگی دین کی تبلیغ اور بہتری کیلئے کام کرتے ہوئے گزری۔ انہوں نے کہا کہ ۱۹۷۰ء میں قومی اسمبلی کا رکن منتخب ہونے کے بعد وہ ملک کے ممتاز رہنماؤں میں شامل ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ پاکستان میں آئین سازی کا عمل ہو، ختم نبوت کی تحریک ہو یا جمہوری عمل کا کوئی معاملہ ہر دور میں مولانا شاہ احمد نورانی کا کردار نمایاں رہا ہے اور انہوں نے ماضی میں مفتی محمود کے ساتھ مل کر دین اسلام اور دین کے مقاصد کیلئے انتہائی اہم خدمات انجام دیں۔ ایک سوال پر انہوں نے کہا کہ مولانا شاہ احمد نورانی نے ملک کی جمہوریت کی بحالی کیلئے بھی ہمیشہ بھرپور کوششیں کیں۔

نورانی کے انتقال سے قوم، جمہوریت
کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا: شجاعت

"پاکستان مسلم لیگ" کے صدر اور مرکزی پارلیمانی لیڈر چوہدری شجاعت حسین اور وزیر اعلیٰ

جناب چوہدری پرویز الٰہی مولانا شاہ احمد نورانی کے انتقال کی خبر سنتے ہی ان کی قیام گاہ پر پہنچے اور حسنات قادری اور ان کے عقیدت مندوں سے اظہار تعزیت کیا۔ انہوں نے مولانا نورانی کے ترجمان حسنات قادری کے گھر اور پھر میں صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے مولانا نورانی کو خراج عقیدت پیش کیا اور کہا کہ مرحوم کی دینی اور قومی خدمات کو کبھی بھلایا نہیں جا سکے گا۔ چوہدری شجاعت نے کہا کہ مولانا شاہ احمد نورانی ساری زندگی پاکستان میں اسلام، دینی اقدار اور بحالی جمہوریت کی تحریکوں میں نمایاں طور پر جدوجہد کرتے رہے۔ مولانا نورانی اپنی اعتدال پسندی، رواداری اور اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے ہمیشہ قوم کے مخلص رہنماؤں میں شامل رہیں گے اور انہیں تاریخ کے ایک باب کی حیثیت حاصل ہو گئی۔

چوہدری شجاعت حسین نے کہا کہ میرے مولانا شاہ احمد نورانی سے میرے والد کے دور سے تعلقات تھے اور ان سے میرا تاریخی رشتہ تھا۔ ان کے انتقال سے پوری قوم اور جمہوریت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اس موقع پر وزیر اعلیٰ جناب چوہدری پرویز الٰہی اور وفاقی وزیر صحت نصیر خان بھی موجود تھے۔

چوہدری شجاعت حسین نے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں چوہدری ظہور الٰہی شہید کو ایک تقریر کی پاداش میں چار سال کی قید ہوئی۔ وہ کراچی جیل میں تھے۔ مولانا نورانی میرے والد کے خلاف دوسرے کیسوں کی تاریخوں پر کچہری میں موجود ہوتے تھے اور کبھی ناغہ نہیں کیا تھا کیونکہ ان کا چوہدری ظہور الٰہی کے ساتھ بڑا گہرا تعلق تھا۔ چوہدری شجاعت نے ایف آئی آر کے حوالے سے بتایا کہ اس معاملہ میں آخری وقت تک مولانا نورانی کی خواہش اور کوشش تھی کہ کسی طریقے سے اتفاق رائے پیدا ہو جائے۔ ان کی سوچ ہمیشہ مثبت رہتی۔

(بشکریہ روزنامہ "جنگ" راولپنڈی)

مولانا شاہ احمد نورانی کی وفات عظیم المیہ ہے: پروفیسر خورشید احمد

"متحدہ مجلس عمل" کے رہنما اور نائب امیر "جماعت اسلامی پاکستان" سینیٹر پروفیسر خورشید احمد

نے "متحدہ مجلس عمل" کے صدر اور "جمعیت علماء پاکستان" کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی کے انتقال پر ان کے صاحبزادے مولانا انس نورانی سے تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ ان کے انتقال سے لاکھوں افراد ان کے سایہ شفقت سے محروم ہو گئے ہیں۔ ان کی خدمات کا دائرہ صرف پاکستان تک محدود نہیں تھا بلکہ دنیا کے طول و عرض تک پھیلا ہوا تھا۔

پروفیسر خورشید احمد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور انہیں جنت کے اعلیٰ درجوں میں جگہ دے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو صبر جمیل سے نوازے۔ بلاشبہ آپ کے اور اہل خانہ کیلئے ان کی وفات ایک عظیم المیہ اور ایک سرپرست سے محرومی ہے جو شفقت اور محبت کا پیکر تھا۔ (بشکریہ روزنامہ "مشرق" پشاور)

ملک اعلیٰ پائے کے سیاستدان اور مذہبی رہنما سے محروم ہو گیا: گورنر، وزیر اعلیٰ سرحد

صوبہ سرحد کے گورنر سرحد لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) سید افتخار حسین شاہ نے "متحدہ مجلس عمل" کے سربراہ اور ممتاز مولانا شاہ احمد نورانی کی اچانک انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ ایک تعزیتی بیان میں گورنر نے کہا کہ مولانا نہ صرف ایک ممتاز عالم دین بلکہ ایک ماہر پارلیمنٹیرین بھی تھے جن کا شمار پاکستان کے بزرگ ترین سیاستدانوں میں ہوتا تھا۔

گورنر نے کہا کہ مولانا شاہ احمد نورانی کے انتقال سے پاکستان ایک اعلیٰ پائے کے سیاستدان، تجربہ کار پارلیمنٹیرین اور بزرگ مذہبی رہنما سے محروم ہو گیا ہے۔ اپنے تعزیتی پیغام میں وزیر اعلیٰ سرحد اکرم خان درانی نے امت مسلمہ کے اتحاد، اسلام کی بالادستی، ملک میں نفاذ شریعت اور بحالی جمہوریت کیلئے مولانا شاہ احمد نورانی کی خدمات کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ ملکی اور بین الاقوامی حالات کے تناظر میں امت مسلمہ کے اتحاد کے داعی کا مسلمانوں سے جدا ہو جانا ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ گورنر اور وزیر اعلیٰ نے مولانا شاہ احمد نورانی کی مغفرت اور ان کے لواحقین کیلئے صبر و استقامت کی دعا کی۔ (بشکریہ روزنامہ "جنگ" راولپنڈی)

مولانا نورانی نے کبھی بھی جابر حکمران کے سامنے سر نہیں جھکایا: سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی

"جمعیت علماء پاکستان" صوبہ سرحد کے سابق صدر سید محمد امیر شاہ نے کہا کہ مولانا نورانی کی وفات قوم کیلئے عظیم المیہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ مرحوم نظام مصطفیٰ کے علمبردار تھے۔ انہوں نے تحفظ ناموس رسالت کا بیڑا اٹھایا تھا اور تبلیغ اسلام میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا نورانی نے کبھی بھی ظالم و جابر حکمران کے آگے سر نہیں جھکایا۔ انہوں نے دینی اور سیاسی جماعتوں کو یکجا کرنے کیلئے مقدور بھر کوششیں کیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

علامہ نورانی کی خدمات ناقابل فراموش ہیں: سید ظفر علی شاہ

ادارہ تبلیغ الاسلام و موتمر عالم اسلامی کے صدر اور مرکزی امن کمیٹی پشاور کے سرپرست اعلیٰ آغا سید ظفر علی شاہ نے علامہ شاہ احمد نورانی کی اچانک وفات کو عظیم قومی سانحہ قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ ان کی رحلت سے ملت اسلامیہ ایک عظیم عالم دین اور مذہبی سکالر سے محروم ہو گئی ہے۔ ان کا خلاء صدیوں تک پُر نہیں ہو سکے گا۔ ان کی دینی خدمات کے ساتھ ساتھ تحریک پاکستان میں مثالی قربانیاں اور بحالی جمہوریت و نفاذ شریعت محمدی ﷺ کیلئے خدمات ناقابل فراموش اور لائق تحسین ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایسے روحانی پیشوا اور قلندر صفت انسان صدیوں میں جنم لیتے ہیں۔ انہوں نے ان کی روح کے ایصال ثواب، بلندی درجات اور پسماندگان کیلئے صبر جمیل کی دعا کی ہے۔

مولانا نورانی نے شیعہ سنی اتحاد میں اہم کردار ادا کیا: سیاسی رہنما

مولانا شاہ احمد نورانی بڑی مذہبی اور سیاسی شخصیت تھے۔ مولانا کی رحلت پارلیمنٹ اور سینٹ میں بہت بڑا سانحہ ہے۔ شیعہ سنی اتحاد کیلئے انہوں نے اہم کردار ادا کیا۔ ان خیالات کا اظہار مختلف سیاسی رہنماؤں نے نشتر پارک میں مولانا شاہ احمد نورانی کی نماز جنازہ کے بعد صحافیوں سے بات

چیت کرتے ہوئے کیا۔ "متحدہ مجلس عمل" کے رہنما مولانا سمیع الحق نے اس موقع پر بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ مولانا شاہ احمد نورانی کی وفات سے سیاسی اور مذہبی دنیا میں خلا پیدا ہو گیا ہے جس کو پُر کرنا بہت مشکل ہے۔ ان کی ذات کی وجہ سے تمام مکاتب فکر کے لوگ متحد تھے۔ انہوں نے کہا کہ ملی یکجہتی کونسل کا قیام عمل میں لانے کا سہرا بھی مولانا کے سر ہے۔

متحدہ قومی موومنٹ کے رہنما فاروق ستار نے کہا کہ مولانا بہت بڑی مذہبی اور سیاسی شخصیت تھے۔ ان کی رحلت سے سیاست میں ایسا خلا پیدا ہوا ہے جسے صدیوں تک پُر نہیں کیا جا سکے گا۔ سینیٹر نثار میمن نے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ مولانا نورانی ہر موقع پر ہماری رہنمائی کرتے تھے۔ ایل ایف او کے حوالے سے مولانا جو چاہتے تھے ہم کوشش کریں گے کہ اس پر عمل درآمد ہو۔ ہم ان سے کچھ سیکھنا چاہتے تھے لیکن موقع نہیں ملا۔ سینیٹ کے سابق چیئرمین وسیم سجاد نے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ سینیٹ اور پارلیمنٹ کی تاریخ میں مولانا نورانی کی رحلت بہت بڑا نقصان ہے۔ ان کی رہنمائی میں پارلیمنٹ میں اہم کردار ادا کر سکتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم ایک عالم دین سے محروم ہو گئے ہیں، وہ اپوزیشن میں رہتے ہوئے بھی ہماری رہنمائی کرتے تھے۔ (بشکریہ روزنامہ "مشرق" پشاور)

بقیہ: موت العالِم موت العالَم

باعث ہی انہیں متحدہ مجلس عمل کا قائد منتخب کیا گیا تھا۔ وہ آخری سانس لینے سے پہلے مجلس عمل ہی کے پروگرام کے بارے میں پریس کانفرنس سے خطاب کرنے والے تھے مگر اس کی مہلت نہ مل سکی۔ ایسے لوگ اب کم رہ گئے ہیں۔

ان کے جانے سے بیک وقت ملک کے مذہبی، سیاسی اور سماجی حلقوں میں عظیم خلا پیدا ہو گیا ہے۔ ان کی وفات پر ہر مسلک اور ہر طبقے کی طرف سے دکھ اور غم کا اظہار کیا جا رہا ہے اور کیا بھی جانا چاہئے کہ وہ رواداری، محبت اور اخوت کے اصولوں کے حقیقی علمبردار تھے۔

(بشکریہ روزنامہ "خبریں")